والله یہدی من یشاء الی صراط مستقیم

بتوفیق الله الواحد مکتوبات مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم مسمی بہ

تصفیۃ العقائد

دو مکتوب بخطاب سر سید احمد خاں سی ایس آئی ویکے درباب تقلید المذہب

در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و صلوۃ کے بعد طالب نجات محمد حیات عرض کرتا ہی کچھ عرصہ گزرا کہ جناب مولنا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اور سید احمد خان صاحب سی ایس آئی کے درمیان پیرجی محمد عارف صاحب کے توسط سے ایک مراسلت دربارۂ عقائد اسلام ہوئی تھی۔ ازبس کہ مولنا ممدوح یادگار سلف و افتخار خلف ہین اور اس زمانہ مین کہ علوم اسلامیہ کو تنزل ہوگیا ہی ایسے عالم ربانی اور فاضل حقانی جو شرع اسلام کے غوامض و نکات کی تہ کو سمجھین اور کمالات ظاہر و باطن کے مظہر ہون نہایت مغتنمات سے ہین لہذا مینے خیال کیا کہ حضرت موصوف کا فیض کلام نظام جو صدق و دیانت اور استحسان و متانت سے بھرا ہوا ہی اور محض صلاح و سداد و ہمدردی و وداد کی نیت سے ہے معرض طبع مین آوے تاکہ ہمارے معاصرین علوم جدیدہ کی درخشانی اور نئی روشنی کی براقی سے خیرہ نہون بلکہ عقاید اسلام کی اصلی تنویر اور حقیقی ضیا سے چشم بصیرت کو روشن کرین اور نیز سید صاحب ممدوح جو تصفیۂ تہذیب عقاید اسلام مین صرف محبت و دلسوزی اور قومی ترقی حال و مآل کی نظر سے چاہتے ہین اُنکا اندازہ اہل روزگار بخوبی کرسکین تعصب اور نفسانیت مین مبتلا نہون کیونکہ جو امر حق درست ہے اُسکو بلاشبہہ اختیار کرنا اور نقص و زوائد سے بچنا چاہیئے۔ اس مراسلت کے طبع سے میرا یہ مطلب نہین ہے کہ اسکے ملاحظہ سے کسی کی نسبت مباہات و تفاخر اور کسی سے مخالفت و تنافر ظاہر ہو بلکہ ناظرین سے التجا کرتا ہون کہ وہ بلالحاظ اس امر کے کہ متکلم کون ہی کلام سے نصیحت و برکت حاصل کرین اور نہ یہ بات ہی کہ موافقت و مخالفت کے اعتبار سے محض دل خوش کرنے کے لئے یہ مراسلے چھاپے جاتے ہین۔ مین توقع رکھتا ہون کہ عقاید اسلام کے حقایق سمجھنے مین اس تحریر سے اہل بینش کو تصفیہ حاصل ہوگا اور اُسی نظر سے نام بھی اسکا تصفیۃ العقائد رکھدیا گیا ✤

خط سید احمد خان صاحب - سی - ایس - آئی

جناب پیر جی صاحب مخدوم مکرم سلامت - بعد سلام مسنون کے عرض یہ ہی کہ بزرگان سہارنپور نے جو نوازش و دلسوزی میرے حال زار پر کی جسکا ذکر آپنے مجھسے فرمایا مین دل سے انکا شکر ادا کرتا ہون اگر جناب مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لاوین تو میری سعادت ہی مین انکی کفش برداری کو اپنا فخر سمجھونگا مگر اسوقت مرزا غالب کا ایک شعر مجھے یاد آیا ہے وہو ہذا + ؎

حضرت ناصح جو آوین دیدہ و دل فرش راہ
کوئی مجھکو یہ تو سمجھاؤ کہ سمجھاوینگے کیا

جناب من میری تمام تحریرین جنکے سبب مین کافر و مرتد ٹھیرا ہون اور وحدانیت و رسالت کی تصدیق کے ساتھ کفر جمع ہوا ہی جو میرے نزدیک محالات سے ہے چند اصول پر مبنی ہین اگر آپ مناسب سمجھین تو اون اُصولون کو بزرگان سہارنپور کی خدمتمین بھیجدین اگر اُن مین کچھ غلطی ہے تو بلاشبہہ نصیحت ناصح کارگر ہوگی ورنہ ایسا نہو کہ ناصح ہی مجھسے ہو جاوین + اور وہ اصول یہ ہین +

اول - خداے واحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع تمام کائنات کا ہی +

دویم - اُسکا کلام اور جسکو کہ اُس نے رسالت پر مبعوث کیا اُسکا کلام ہرگز خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ نہین ہوسکتا +

سیوم - قرآنِ مجید بلاشبہہ کلام الٰہی ہے کوئی حرف اُسکا نہ خلاف حقیقت ہے اور نہ خلاف واقعہ -

چہارم - قرآن مجید کی جسقدر آیات کہ ہمکو بظاہر خلاف حقیقت یا خلاف واقع معلوم ہوتی ہین وہ دو حال سے خالی نہین یا تو اُن آیات کا مطلب سمجھنے مین ہمسے غلطی ہوئی ہی یا جسکو ہمنے حقیقت اور واقع سمجھا ہے اُسی مین غلطی کی ہی - اسکے برخلاف کسی محدث یا مفسر کا قول قابل تسلیم نہین ہے +

پنجم - جسقدر کلام الٰہی جناب پیغمبر خدا صلعم پر نازل ہوا وہ سب بین الدفتین موجود ہی ایک حرف بھی اُس سے خارج نہین ہی اگر ہو تو کوئی آیت قرآن مجید کی بطور یقین قابل عمل نہین رہتی کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسی آیت خارج رہ گئی ہو جو آیات موجودہ بین الدفتین کے برخلاف ہو فقط نہ ملنا کسی

آیت کا اسکی عدم وجود کی دلیل نہین ہوسکتا +

ششم - کوئی انسان سواے رسول خدا صلعم کے ایسا نہین ہی جسکا قول وفعل بلاسند قول وفعل رسول کے دینیات مین قابل تسلیم ہو - یا جسکی عدم تسلیم سے کفر لازم آتا ہو اُسکے برخلاف اعتقاد رکھنا ترک فی النبوۃ ہے +

مقصود یہ ہی کہ جسطرح عام انسانون اور پیغمبر صلعم مین تفاوت ہی اُسیطرح اُنکے قول وفعل مین بھی تفاوت ہے +

ہفتم - دینیات مین سنت نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی اطاعت مین ہم مجبور ہین اور دنیاوی امور مین مجاز اس مقام پر سنت کے لفظ سے میری مراد احکام دین ہین فقط +

ہشتم - احکام منصوصہ احکام دین یا یقینی ہین اور باقی مسائل اجتہادی اور قیاسی سب ظنی ہین -

نہم - انسان خارج از طاقت انسانی مکلف نہین ہوسکتا پس اگر وہ ایمان پر مکلف ہی تو ضرور ہے کہ ایمان اور اُسکے وہ احکام جنپر نجات منحصر ہے عقل انسانی سے خارج نہون مثلاً ہم خدا کے ہونے پر ایمان لانے کے مکلف ہین مگر اُسکی ماہیت ذات کے جاننے پر مکلف نہین +

دہم - افعال ماموره فی نفسہ حسن ہین اور افعال ممنوعہ فی نفسہ قبیح ہیں اور پیغمبر صرف اُنکی خواص حسن یا قبیح کے بتلانے والے ہین جیسیکہ طبیب جو ادویہ کی ضرر و نفع سے مطلع کردے اس مقام پر لفظ افعال کو ایسا عام تصور کرنا چاہئے جو افعال جوارح اور افعال قلب وغیرہ سب پر شامل ہو +

یازدہم - تمام احکام مذہب اسلام کے فطرت کے مطابق ہین اگر یہ نہو تو اندھے کے حق مین نہ دیکھنا اور سوجھا کے حق مین دیکھنا گناہ ٹھیرسکیگا +

دوازدہم - وہ قوا جو خدا تعالے نے انسان مین پیدا کئے ہین اُن مین وہ قوا بھی ہین جو انسان کو کسی فعل کے ارتکاب کے محرک ہوتے ہین اور وہ قوت بھی ہی جو اُس فعل کے ارتکاب سے روکتی ہے - ان تمام قوا کے استعمال پر انسان مختار ہی مگر ازل سے خدا کے علم مین ہی کہ فلان انسان کن کن قوا کو اور کس کس طور پر کام مین لاویگا - اُسکے علم کے برخلاف ہرگز نہوگا مگر اس سے انسان اُن قوا کے استعمال یا ترک استعمال پر جبتک کہ وہ قوا قابل استعمال کے اُسمین ہین مجبور نہین متصور ہوسکتا +

سیزدہم - دین احکام اُن مجموع احکام کا نام ہی جو یقینی من اللہ ہین فقط*

چہاردہم - احکام دین اسلام دو قسم کے ہین ایک وہ جو اصلی احکام دین کے ہین اور وہ بالکل فطرت کے مطابق دوسرے وہ جن سے اُن اصلی احکام کی حفاظت مقصود ہی مگر اطاعت اور عمل بین اُن دونو کا رتبہ برابر ہے +

پانزدہم - تمام افعال و اقوال رسول خدا صلعم کے سچائی سی تھے مصلحت وقت کی نسبت رسول کیطرف کرنی سخت بے ادبی ہے جسمین خوفِ کفر ہے +

مصلحت وقت سے میری مراد وہ ہے جو عام لوگون نے مصلحتِ وقت کے معنے سمجھے ہین یعنی ایسے قول یا فعل کو کام مین لانا جو درحقیقت بیجا تھا مگر مصلحتِ وقت کا لحاظ کر کر اُسکو کہدیا یا کر لیا اگرچہ اُنکے سوا اور چند اصول بھی ہین مگر آجتک جو کچھ تحریر ہوئی ہے وہ اکثر یا قریب کل کے سوائے ایک آدھ مسئلہ کے انہین اصول پر مبنی ہے - پس اگر بزرگان سہارنپور ان اصول کی غلطی سے مجھے مطلع فرماوینگے مین دل و جان سے شکر ادا کرونگا - والسلام + سید احمد

جواب از طرف جناب مولٰنا مولوی محمد قاسم صاحب رح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - مجموعہ عنایات پیر جی محمد عارف صاحب السلام علیکم و علی من لدیکم - آج بندۂ درگاہ دلی سے میرٹھ واپس آیا تو مولوی محمد ہاشم صاحب نے مولانا محمد یعقوب صاحب کا عنایت نامہ جو آیا رکھا تھا عنایت فرمایا - کھولا تو آپکا خط اور جناب سید احمد خانصاحب کی ایک بڑی تحریر اندر سے نکلی شاید یہ قصہ اُس گفتگو کا نتیجہ ہے جو آخر ماہ شوال مین بمقام انبہٹہ مابین احقر و جناب ہوئی تھی سید صاحب کی تحریر سے کچھ ایسا سمجھا جاتا ہے کہ آپنے میرے اُنکا کچھ تذکرہ اُنسے کیا ہوگا مگر مجکو یاد نہین آتا کہ آپ نے کس بات سے سمجھا ہوگا اُسوقت کی عرض معروض کا ماحصل فقط اتنا ہی تھا کہ سید صاحب کی حالت مین ہان ملانا ہے جبھی تصور ہی کہ سید صاحب نے اُن اقوال مشہورہ سے رجوع کرین جو اُنکی نسبت ہر کوئی گاتا پھرتا ہی اور سید صاحب نہ اصرار کئے جاتے ہین اور رجوع نہین فرماتے مگر آپ جانتے ہین - کہ

یہ گذارش میری طرف سے آپکی اُس استدعا کے جواب مین تھی جو آپنے دربارۂ شمول حال جناب سید صاحب اس ناکام سے کی تھی۔ بہرحال آنے جانے کا کچھ مذکور نتھا آپ ہی فرمائین کہ ہمسے گرفتارون کو اتنی رہائی کہان کہ جا اس نخا ہیہ راہ جائین۔ اور ہمسے بیچارون کو اتنی رسائی کہان کہ سید صاحب کے در دولت تک نوبت پہنچا ئین اپنا مبلغ پرواز میرٹھہ تد نہایت دلی ہے تسپر نقار خانے مین طوطی کی کون سنتا ہے کیا آپکے خیال مین یہ بات آسکتی ہے کہ صدر الصدور اعظم ایک غریب سے مزدور کے طرہ ہو جائین ابھی حضرت امیرون کے ذہن و فہم و عقل و ادراک کے ہزارون گواہ ہوتے ہین غریبون کے فہم و فراست کا کہین ایک بھی نہین سُنا۔ اس صورت مین کیونکر کہدیجے کہ سید صاحب ایک غریب سے شیخ زادہ کی مان جائین ؎ کب وہ سنتے ہین کہانی میری + اور پھر وہ بھی زبانی میری + ہمسے شکستہ حالون کی بات تو بموافق مصرع غالب ؎ مین کہونگا حال دل اور آپ فرمائینگے کیا + ایسے عالی مراتب دانشمند ہرگز توجہ نہیں فرمایا کرتے با اینہمہ ایسی چھیڑ چھاڑون مین کبھی نہین دیکھا کہ کسی ادنے نے بھی کسی اعلے کی مانی ہو۔ اس صورت مین ایسی بر عکسی کی کیا امید باندھئے۔ پیرجی صاحب یہ گمنام کبھی کسی سے نہین الجھتا اور الجھے بھی تو کیونکر اُلجھے وہ کونسی خوبی ہے جسپر کمر باندھکر لڑنے کو تیار ہو ایسی کیا ضرورت ہے کہ اپنے عمدہ مشاغل کو چھوڑ کر اس نفسا نفسی مین پھنسون ہان اس مین کچھ شک نہین کہ سنی سنائی سید صاحب کی اولوالعزمی اور دردمندیِ اہلِ اسلام کا معتقد ہون اور اس وجہ سے اُنکی نسبت اظہار محبت کرون تو بجا ہے مگر اتنا یا اس سے زیادہ اُنکی فساد عقائد کو سُن سُن کر اُنکا شاکی اور اُنکی طرف سے رنجیدہ خاطر ہون مجکو اُنکی کمالِ دانش سے یہ امید تھی کہ میرے اس رنج کو ثمرہ محبت سمجھکر تہ دل سے اپنے اقوال مین مجھسے استفسار کرینگے باین خیال کہ گاہ باشد کہ کودک نادان + بغلط بر ہدف زند تیرے + اسطرف کو دل لگائینگے۔ مگر اُنکی اس تحریر کو دیکھکر دل سرد ہوگیا۔ یہ یقین ہوگیا کہ کوئی کچھ کہو وہ اپنی وہی کہے جائینگے اُنکی انداز تحریر سے یہ بات نمایان ہے کہ وہ اپنے خیالات کو ایسا سمجھتے مین کہ کبھی غلط نہ کہین گے۔ اس لئے جی مین یہ آتا ہے کہ قلم ہاتھ سے ڈالدیجے۔ مگر کیا کرون آپکا تقاضا جدا جان کو کھائے جاتا ہے مولانا

محمد یعقوب صاحب کا ارشاد وجد اہی ڈراتا ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل جب ایسے کہنے نہی تو تنگ ہو کر
کچھ مختصر مختصر ایکبار عرض کر دینا مناسب جانا اور جی مین یہ تھا کہ ہر چہ بادا باد جو جی مین آیا کہین
مدلل کہین بے دلیل ایکبار تو اپنے مافی الضمیر کو لکھکر روانہ کر آئے اگر سید صاحب نے انصاف فرمایا تو پھر بھی
دیکھا جائیگا ورنہ اپنے حق مین کوئی جابر نہین جو مجبوری کا اندیشہ ہو بہر حال بترتیب اصول مسطورۂ
سید صاحب یہ معروضات معروض ہین۔ اوّل واقعی خدا واحد ذوالجلال ازلی و ابدی خالق و صانع
تمام کائنات کا ہے فاعل ہون یا افعال اور افعال بھی اختیاری ہون یا اضطراری اور یہی وجہ ہے
کہ خداوندِ لایزال کو مالکِ کائنات اور کائنات کو اسکا مملوک سمجھنا چاہئے کیونکہ اسبابِ انتقالِ ملک اگرچہ
متعدد ہون پر علتِ حدوثِ ملک فقط قبضہ ہے جو خالق مین بوجہ اتم پایا جاتا ہے کون نہین جانتا
کہ وجودِ ممکنات مستعار و عرضی ہے جسکے لئے معطی اور موصوف بالذات وہی موجود برحق ہے
اور ظاہر ہے کہ صفاتِ عرضیہ عین حالتِ عروض مین موصوف بالذات ہی کے قبضہ مین رہتی ہین نکل نہین جاتین
دیکھ لیجئے وقت تنویر ارض بھی نور آفتاب ہی کے قبضہ مین رہتا ہے نکل نہین جاتا اسلئے مالک کائنات ہر قسم کے
حکم احکام کا اختیار رکھتا ہے کسی دوسرے کے ملک کی ہوتی تو البتہ اُسکی اجازت جناب باری کے
لئے ایسے بیجا تصرف ہو سکتا تھا باقی رہا حسن و قبح کا جھگڑا اُسکا یہی اگر اسی حکم پر موقوف ہے تو خیر
ہر حکم حسن ہے ورنہ مراعاتِ حسن و قبح دربارۂ امر و نہی بوجہ مجبوری نہین بوجہ حکمت و فضل ہے
دوم کلام خداوندی اور کلام نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مخالف حقیقت اور مخالف واقع نہین
ہو سکتا ایسی ہی حقیقت اور واقع کے دریافت کرنیکی صورت اس سے بہتر کوئی نہین کہ
خدا تعالے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی طرف رجوع کیا جائے سو اگر کوئی طریقہ
دربارۂ اخبارِ واقع و حقیقت مخالف کلام اللہ اور احادیث صحیحہ ہو تو کلام اللہ اور احادیث
کے وسیلہ سے اسکی تغلیط کر سکینگے پر کلام اللہ اور احادیث کی تغلیط اُس طریقہ کے بھروسے
نہین کر سکتے اس صورت مین اگر اشارۂ عقل معارضِ اشارۂ نقل ہو تو ہرگز قابلِ اعتبار نہین
غرض عقل کی بات یہ ہے کہ کلام اللہ اور احادیثِ صحیحہ نمونہ صحت اور سقمِ دلائلِ عقلیہ سمجھنے چاہئین

اصل اول

اصل دوم

نہ برعکس علی ہذا القیاس مضمونِ متبادر کلام اللہ و حدیث کو جو باعتبار قواعد صرف و نحو بدلالت
مطابقی سمجھے جاتے ہوں اصل مقرر کر کے دلائلِ عقلیہ کو اُسپر مطابق کریں اگر کھینچ کھانچکر بھی مطابق
آجائیں تو فبہا ورنہ قصورِ عقل سمجھیں یہ نہو کہ اپنے خیالات و اوہام کو اصل سمجھیں اور کلام اللہ و حدیث
کو کھینچ تان کر اُسپر مطابق کریں ✣ سیوم اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ قرآن مجید کا کوئی کلمہ خلاف واقع
نہیں مگر اسمیں بھی کچھ شک نہیں کہ اس کبرے کلیہ کے لئے کوئی صغرے جزئیہ بوسیلۂ عقل دریافت
کر لینا ہمسے ہیچمدانوں کا تو کیا حوصلہ - جناب سید صاحب اور مولوی مہدیعلیخان صاحب کا بھی کام نہیں
یعنی بوسیلۂ عقل یوں نہیں کہہ سکتے کہ ہذا حقیقۃً او واقع اور کہیں تو تا وقتیکہ کلام اللہ کے معنے
متبادر مطابقی کے مطابق ہے تو بسر و چشم ورنہ کالاآربون بریشِ خاوند مگر یہ یاد رہے کہ معنی مطابقی
سے زیادہ لینے کی اجازت نہیں ہاں اگر کوئی اور دلیلِ نقلی یا عقلی سے ایسی بات ثابت ہو جائے جو
معنی مطابقی کے مخالف نہیں تو کچھ مضائقہ نہیں - غرض جاءنی زید سے زید کا فقط آنا ثابت ہو گا -
سوار ہونے یا پیادہ آنے سے سروکار نہیں ✣ چہارم - واقعی مخالفِ کلام اللہ نہ کسی محدث کا قول معتبر
ہے نہ کسی مفسر کا بلکہ خود حدیث اگر مخالفِ کلام اللہ ہو تو موضوع سمجھی جائیگی مگر تخالف اور توافق کا سمجھنا
ہم جیسوں کا کام نہیں اسکے لئے تین علموں کی ضرورت ہے - ایک تو علمِ یقینیِ معانیِ قرآنی دوسرے علمِ
یقینیِ معانیِ قولِ مخالف تیسرے علمِ یقینیِ اختلاف جسکو یہ منصب خدا عطا کرے اُسکے بڑے نصیب
اور جاہل اور نیم ملا اس بات میں ٹانگ اڑانے لگیں تو انکا یہ دخل بیجا ایسا ہی ہوگا جیسے کسی طبیب حاذق
کی بات میں کسی نادان یا کسی نیم طبیب کا دخل سو جیسے طبیبِ حاذق سے بوجہِ خطا و نسیان
ذاتی مخالفتِ قوانینِ طب کسی خاص واقع میں ممکن ہے پر ادعیہ پر گرفت کرنا مریض نادان یا نیم طبیب کا
کام نہیں ایسے ہی محدث اور مفسر سے مخالفتِ غرضِ قرآنی بوجہِ خطا و نسیان ممکن ہے پر ہمسے جاہل یا ہمسے
نیم ملا کا یہ منصب نہیں کہ ہم بھی اُسکو دریافت کر سکیں یا در بابِ صحتِ تخالف ہمارا قول معتبر ہو سکے
ہاں البتہ یہ بات ممکن ہے کہ دو تفسیروں میں بشہادتِ وجدان ایک کو راجح دوسرے کو مرجوح سمجھ لیں
اسلیے کہ بات کا نکالنا مشکل ہے پر بتلائی پر سمجھ لینا آسان ہے بہر حال ہر کارے و ہر مردے مخالفت

سیوم جواب

چہارم جواب

کا سمجھ لینا ہر کسیکا کام نہین اور بعد اطلاع مخالفت جب اکابر کے اقوال قابل قبول نہوے تو ہمارے
تمہارے یا سید صاحب کے اقوال اگر مخالف کلام اللہ یا حدیث ہونگے تو بدرجۂ اولے مقبول نہونگے +
پنجم - کسی آیت کا منسوخ الحکم ہوکر دفتین سے خارج ہوجانا وجوب عمل قرآنی مین کچھ خارج نہین اگر ہمکو
کسی آیت معلومہ کا منسوخ التلاوہ ہوجانا معلوم ہوجائے تو ہرگز تیقن احکام واجبیہ مین کچھ فرق نہین پڑتا ہان
درصورتیکہ آیتِ خارجہ معلوم التشخص والحکم نہو تو البتہ پھر یہ احتمال ہے کہ شاید وہ حکم ناسخ ہو اور کوئی حکم احکام
موجودہ مین سے منسوخ یا برعکس کہیے اسصورت مین واجب و غیر واجب کا پہچاننا حد بشر سے خارج ہوجائیگا
اور دربارۂ شناخت حق و باطل اس زمانہ کو زمانۂ جاہلیت پر چندان تفوق نہوگا + ششم - خداوند کریم بالذات
مطاع ہے اور انبیا بوجۂ رسالت اور علما بوجہِ تبلیغ رسالت غرض خدا کو بمنزلۂ بادشاہ سب کا سمجھو
اور انبیا کو بمنزلۂ وزرا یا نواب جنکی حکومت مستقل نہین ہوتی بلکہ عطار بادشاہی او مستعار ہوتی ہے
جب چاہے چھین لے اور حکام ماتحت جو زیر حکم وزرا و نواب ہوا کرتے ہین وہ اور بھی نیچے کے درجہ مین ہوتے ہین
کیونکہ وہ انہین وزرا اور نواب کے نائب ہوکر حکمرانی کیا کرتے ہین بہرحال بعد خدا بالذات مطاع و حاکم
کوئی نہین ان الحکم الا للہ مگر ہان اتنا فرق ہے کہ انبیا کا مطاع ہونا اگرچہ بالعرض کیون نہو بوجہ تیقن رسالت یقینی
ہوتا ہے اور پھر بوجہ معصومیت احتمالِ دغل فصل نہین ہوتا فقط ایک ثبوت کی ضرورت ہوتی ہے اور علما و اولیا
کی اول تو اس عہدۂ نیابت پر کلام یعنی انکا عالم اور مستحقِ نیابت ہونا یقینا معلوم نہین ہے یا دوسرے اگر انکی نیابت
معلوم بھی ہوجاوے یعنی یہ یقین بھی ہوجائے کہ یہ اس مرتبہ کے عالم ہین تو اسمین کلام رہتی ہے کہ یہ قول و فعل
بوجہ ہوا و ہوس یا نسیان و خطا تو صادر نہین ہوا ہان اس قسم کے خیالات البتہ ظنی ہوسکتے ہین یعنی جیسے کوئی
اثار کسیکا شجاع ہونا یا نامرد ہونا یا سخی ہونا یا بخیل ہونا یا صادق یا کاذب ہونا یا خوش اخلاق بداخلاق ہونا
یا دوست دشمن ہونا یا متقی فاسق ہونا یا مومن کافر ہونا معلوم ہوجاتا ہے اور وہ علم موافق قواعد معلومہ ظنی ہوتا ہے
ایسا ہی کامل العلم یا ناقص العلم ہونا یا تابع رضاء خدا یا تابع ہوا و ہوس ہونا بھی چھپا نہین رہتا اور
اسبات مین ویسا ہی یقین حاصل ہوجاتا ہے جیسا امور مذکورہ مین مگر چونکہ اہل علم اسکو یقین نہین کہتے ہین
بلکہ اس یقین عوام کا نام انکے نزدیک ظن ہے تو احکام ظن اسپر عارض ہونگے مگر ہم دیکھتے ہین کہ

کم سے کم وجوب کے لیے ظن ضرور ہے تا مرتبۂ شک ایجاب حکم متصور نہین اور جب مرتبۂ شک
سے ترقی حاصل ہو یعنی ظن پیدا ہو جائے تو پھر وجوب آ دبا تا ہی یہی وجہ ہی کہ قاضی دو گواہ عادل سنکر اگر حکم مخالف
مدعی دی تو گنہگار ہو علی ہذ القیاس مخالفت حدیث واحد بشرط صحت موجب فسق ہی اگر در صورت ظن وجوب
نہوا کرتا تو اس گنہگاری اور فسق کی کوئی وجہ نتھی اور ظاہر ہے کہ قاضی کو دو گواہون سے یا سامع کو حدیث
واحد سے یقین مصطلح حاصل نہین ہو سکتا ہان غلبۂ ظن کہئے تو بجا ہی مگر ظن اگر موجب مراعات ہی اور
سرمایہ وجوب ہی تو جہان دینیات مین دو قول مختلف ہون اور ایک کی طرف ظن غالب ہو تو بموجب
قاعدہ مذکورہ جسپر قواعد شرعیہ بھی مبنی ہین اور عقل بھی شاہد ہے وہی وجوب عائد ہوگا ہان اختلاف
ظنون ممکن ہی ہو سکتا ہی کہ کسیکو ایجاب کی جانب ظن ہو کسیکو سلب کیجانب بہر حال یہ کہدینا کہ کسیکا
قول وفعل بلاسند قابل تسلیم نہین از روئے بیان بالا قابل تسلیم نہین اور کیونکر علی الاطلاق ایسی
بات کہدیجے نہ تو کہنے والے کو اس بات کی گنجایش کہ اگر کسیکا قول وفعل بلاسند معلوم قابل تسلیم نہین
تو راویونکا یہ کہنا کہ یہ روایت قول خداوندی ہے یا قول نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیونکر قابل تسلیم
ہو سکتا ہی اگر وجہ صداقت ظن صحت اور حسن ظن ہی تو فقہاء اور علماء نے کیا گناہ کیا ہے انکے ساتھ
بھی حسن ظن چاہئے اگر انکے قول کے لئے ہمکو سند معلوم نہین تو در باب وجود ماخذ قول مذکور
فقہاء اور علماء ربانی راویان حدیث سے استحقاق حسن ظن مین کم نہین غرض فقہاء در باب اقوال مستخرجہ
دو منصب رکھتے ہین ایک تو یہی منصب استخراج و استنباط دوسرے منصب روایت یعنی یہ کہنا کہ اس
حکم کے لئے کوئی ماخذ ہے کیونکہ یہ منصب ثانی اگر انکے لئے تجویز نکیا جائے تو یہ معنی ہون کہ یہ لوگ
کذاب اور دروغ گو تھے سو باوجود آثار صدق و دیانت اگر کسی کو کذاب کہنا جائز ہے تو راویان حدیث
صحیح کے کذاب کہدینے سے کون مانع ہی بالجملہ فقہاء علماء ربانیین کو در باب ماخذ اگر راوی نہ سمجھا جائے
تو پھر دین کے لئے کوئی حجت ہی نملیگی ہان یہ بات مسلم کہ منصب اول مین گنجایش تاویل
ہی اسلیے احتمال ثانی بھی رہتا ہے جسکے باعث یہ دوسرا ظن یہان پیدا ہوگیا ہی اور اسوجہ سے
وجوب متعلق احکام مستخرجہ فقہاء مسلمہ ماہین وجوب متعلق احکام منصوصہ سے رتبہ مین کم ہوگا مگر

بہ کمی ایسی ہی ہوگی جیسے نماز کی فرضیت اور روزہ کی فرضیت مین تفاوت کمی بیشی ہے اسلیئے یہ کہنا تو
غلط کہ قابل تسلیم نہین ہان یہ بات مسلم کہ اُسکے انکار سے کفر عائد نہین ہوتا پر انکار تو حدیثِ واحد کا بھی موجب
کفر نہین اگر ہے تو موجبِ فسق ہی سو وہی فسق یہان بھی لازم آئیگا بہت نہین تھوڑا ہی سہی علی ہذا القیاس
یہ کہنا کہ دوسرونکے قول کو قابل تسلیم سمجھنا شرک فی النبوۃ ہی علی الاطلاق درست نہین یہ بات جب ہی کہ کسی
دوسرے کو قطع نظر اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ایسا سمجھے کہ اُسکا قول وفعل بہرنہج واجب الاتباع ہی سو
اس قسم کا معاملہ اگر کوئی شخص کسیکے ساتھ کرے جیسا تابعانِ رسوم آبا بمقابلۂ سنن مرسلین باوجود یقین
ثبوتِ سنت ویقینِ بے سندئ رسوم آبا رکیا کرتے ہین وہ شخص بے شک مصداق شرک فی النبوۃ ہی اگر اپنی
آبا کے ساتھ اُنکو بھی عقیدہ ہی جو انبیا علیہم السلام کے ساتھ اُنکے پیرونکو ہونی چاہیئے تب تو وہ لوگ مشرک
حقیقی اور کافر تحقیقی ہین ورنہ خوفِ تشنیعِ ابنا رِ روزگار اگر فقط باعثِ اتباعِ رسوم ہی تو اسصورت مین ایک ضعف سا
ایمان اس شرط پر منصور ہی کہ انبیاءِ وقت کے ساتھ اعتقاد کما ینبغی رکھتا ہو بہر حال اگر قائل قول وفاعل
فعل مستحقِ حسنِ ظن درباب کمال علم ودیانت دامانت ہی اور اس امر مین اُسکے آثار اُسکے ان دونون
کمالونپر ایسی طرح شاہد ہون جیسے دلاوران مشہور یا سخیان معروف کے آثار اُنکی شجاعت وسخاوت پر
شاہد تھی پھر نسپر اُنکی طرف سے اُس فعل وقول کی نسبت صراحۃً یا اشارۃً یہ دعویٰ بھی ہو کہ یہ حکم خدا تعالیٰ
یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اسطرف درباب علم یہ منصب نہو کہ مسائلِ دینیہ مین یہ پہچان
سکین کہ اس موضوع ومحمول مین باہم ارتباط ذاتی ہی یعنی موضوع محمول کے حق مین علت اور
ملزوم ہے اور محمول اُسکی حق مین معلول اور لازم ذات یا عرضی ہے یعنے ایک دوسرےکے لئے علت
ومعلول ولازم ذات وملزوم نہین تو اس صورت مین قول وفعلِ مذکور اس شخص کے حق مین قابل
تسلیم ہے بلکہ اگر اس شخص کو اور ونکی نسبت اُس قائل وفاعل کے ساتھ زیادہ ظن غالب ہو تو
بے شک بتوافقِ قواعدِ مشار الیہا واجب التسلیم ہوگا کیونکہ ہر شخص درباب دین اپنی ظنِ غالب
کا کم سے کم محکوم ہے لیکن اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ منصبِ مذکور کے حاصل ہونے سے
پہلے خود رائی ایسی ہے جیسے اندھا بے کسیکی ہدایت کی رہروی اختیار کرے فقط عربی ترجمہ کرلینے

یہہ بات حاصل نہین ہوجاتی اگر کوئی شخص عربی دان حافظ کلام اللہ وحدیث بھی ہو تو کیا ہے
اندھا شمع کے ہاتھ مین لے لینے سے سوجھا نہین ہوجاتا اور پنساری دواؤن کے جان لینے سے
طبیب نہین بن جاتا باقی تفاوتِ واقع فیما بینِ انبیاء اور علماءِ کرام مسلم مگر یہ تفاوت قادحِ وجوب
مذکور نہین ورنہ وہ تفاوت جو خدا یتعالےٰ اور انبیا علیہم السلام مین واقع ہی اس تفاوت سے زیادہ
ہی جو معتبرون اور انکے ایتون مین ہوتا ہی سو اگر محض تفاوت موجبِ سقوطِ اعتبار ہی تو یہ بات تو دور
تک پہنچتی ہی ہاں اگر اضافتِ خداوندی یعنی یہ بات کہ اقوالِ انبیاءِ کرام در پردہ فرمودۂ خدا یتعالےٰ
ہوتے ہین موجبِ وجوبِ اتباع ہی تو یہان بھی یہ اضافت اپنا کام کریگی ہان یہ مسلم کہ وہان علم
اضافت یقینی اور یہان بوجہ احتمالِ خطا وغیرہ ظنی اسلئے تفاوت فی الوجوب پیدا ہوگا پر ترک
فی النبوۃ کو اس سے کچھ علاقہ نہین ہے ہفتم - یہ بات مسلم کہ اطاعتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
دین مین ضرور ہی لیکن اگر احکامِ دین اقوالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی نام ہو تو پھر معلوم نہین
کہ اس تفریق کے کیا معنے ہونگے کہ در بابِ اتباعِ دین تو ہم مجبور ہین پر در بابِ امورِ دنیاوی مجاز ہان
یون کہیے کہ ایک امر ہوتا ہے اور ایک مشورہ امر اگر ایجاب کے لیے ہی تو اتباع واجب ہی اور استحباب
کے لئے ہے تو مستحب اور مشورہ مین رسول اللہ صلعم ہون یا اور کوئی واجب الاتباع کوئی نہین بلکہ خدا کیطرف
سے اتباعِ مشورۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین امرِ استحبابی تک نہین لیکن ظاہر ہے کہ افعالِ اختیاری
پر دو ثمرہ متفرع ہو سکتے ہین منفعت و مضرتِ دنیوی یا منفعت و مضرتِ اخروی سو بیانِ منافع و مضار
دنیوی مین تو البتہ گنجایش مشورۂ مذکور ہی پر در بارہ منافع و مضارِ اخروی انبیاء کو مشیر سمجھنا ترک فی النبوۃ
کی بناء کو مستحکم کرنا ہے یا انبیاءِ کرام علیہم السلام کو مثل عوام سمجھنا اگر بناءِ مشورہ وحی پر ہوا کرے تو
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم ہوا وشاورہم فی الامر اور اس وجہ سے ہمیشہ ہمیشہ کیلیے
مشورہ سنت ہوگیا تو اسکے یہ معنے ہون کہ آپ خاتم النبیین نہین اور اگر مشورہ محض رائے پر
موقوف ہو تو یون کہو کہ انبیا کرام بھی مثل عوام اٹکل ہی کے تیر مارا کرتے ہین بالجملہ منافع و
مضارِ دنیوی مین انبیاء مشیر ہو سکتے ہین پر اسکو عرضِ رائے کہیے امر نہین کہہ سکتے جو یہ تفریق

بجائے خود مستحسن ہو اس صورت مین ماحصل اس تقریر کا یہ ہوگا کہ ایجادِ طریقِ آخرت تو انبیاء کا کام
ہی اور ایجادِ طریقِ فلاحِ دنیا اُنکا کام نہین پر بعضِ طرقِ فلاحِ دنیا معارضِ طرقِ فلاحِ آخرت ہوتی ہین
اور بعض موافق اور بعض ناموافق ہوتی ہین نہ معارض سو جو طرق معارض ہون جیسے چوری قزاقی غصب
زنا وغیرہ تو بوجہ مخالفت ممنوع ہوتے ہین اور جو طرق موافق ہوتے ہین جیسے قرآن خوانی یا وعظ گوئی پر
لینا بایں وجہ ممنوع ہو جاتے ہین کہ غلام سرکاری ہوکر کار سرکاری ہی پر اجرت مانگتے ہین اور جو
طرق نہ موافق ہین نہ معارض اُنکو ذریعہ فلاح دنیا اگر قرار دین تو بجا ہے ان طرق مین ہمیشہ یہ ملحوظ رہیگا
کہ طرق فلاحِ آخرت کی معارض نہو جائین چنانچہ بیوع و اجارات کا فساد و بطلان سب اسی پر مبنی ہی
سو اس قسم کی بایجاد یا اُسکی ترقی و تنزل مین انبیا اگر دخل دیتے ہین تو بطور مشورہ بتقاضائے خیرخواہی دخل
دیتے ہین خدا کی طرف سے اس مشورہ کی تسلیم مین ہرگز کچھ خواستگاری نہین اور مقدمہ تابیر نخل مین
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انصار کو انتم اعلم بامور دنیاکم فرمانا اسی وجہ سے تھا کہ آپ اس
فن کے امام نہ تھے خدا کیطرف سے اس مقدمہ مین پیغمبر نتھے بہرحال امر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
جس امر مین ہوا واجب الاتباع یا مستحب الاتباع ہوگا ہان مشورہ نہ واجب الاتباع ہی نہ مستحب
الاتباع البتہ مقتضائے حسنِ ادب یہ ہی کہ آپکے مشورہ کو بھی اورون کے مشورہ پر مقدم جانئے کہ اول تو مشورہ
مین بلحاظ کمالِ عقل ہی یہ ہوتا ہے فقط تجربہ کاری پر نہین ہوتا سو اس کمال مین ظاہر ہی کہ انبیا کیسے
کامل ہوتے ہین دوسرے اتباع کسی مقدمہ مین کیون نہو موجبِ خوشنودیِ خاطرِ متبوع ہوتا ہی اور
ظاہر ہے کہ خوشنودیِ خاطرِ انبیاءِ کرام کیا کچھ مثمرِ برکات ہو سکتی ہی کم سے کم ایک دعا ہی سہی اس وجہ خارجی
و عارضی کے باعث ایسے مواقع مین بھی استحباب عرضی آجاتا ہی۔ ہشتم۔ احکام منصوصہ کے یقینی اور اجتہادی کے
ظنی ہونے مین کسی کو کلام ہو سکتی ہی اگر ہوگی تو اس امر مین ہوگی کہ کونسا منصوص ہے کونسا نہین اور کونسا اجتہادی ہی کونسا نہین اور اسواسطے یہ مین
عرض کرتا ہون کہ بسا اوقات اکثر آدمی بوجہ قلتِ تفکر بعض امور کو منصوص سمجھ جاتے ہین حالانکہ وہ منصوص نہین ہوتی اور تو اور حضرت
موسے علیہ السلام یون سمجھ گیے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے جنکی شان مین خداوند کریم
اٰتینٰہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علماً فرماتے ہین کشتیِ مساکین کو ظلماً توڑ ڈالا اور طفل

نابالغ کو بیگناہ قتل کرڈالا یہ کلام اللہ مین موجود ہی آیات آخر رکوع یعنی اما السفینۃ سے لیکر آخر رکوع تک سے قطع نظر کیجئے تو ابناء روزگار سے پوچھ دیکھئے یہی کہینگے کہ حضرت خضر کا قاتل طفل بیگناہ — اور خارق سفینہ ظلماً ہونا منصوص ہے غرض اکثر یہ ہوتا ہے کہ معنی حقیقی موضوع سے زیادہ بوجہ خیالات طبعزاد جوالف وعادت پر مبنی ہوتے ہین اور معانی زائد لگا لیتے ہین اور خود انکو یہ تمیز نہین ہوتی کہ یہ ایجاد اپنی طبع کا ہی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہین اکثر ابناء روزگار بلکہ کل اسی قسم کے نظر آتے ہین آخر ہر کسیکے کلام اسکے مبلغ فہم پر دلالت کر دیتی ہے مگر آجکل اکثر عالم کہ بوجہ انصاف وہ عالم نہین نیم ملا ہین اپنے آپ کو عالم فن دین کچھ ایسا سمجھ جاتے ہین جیسے بندر نے نیل کے ماٹ مین گر کر اپنے آپکو طاوس سمجھ لیا تھا انصاف کی بات جسکو اہل فہم خواہ مخواہ مان جائین یہ ہے کہ علم کے تین مرتبہ ہین ایک وہ جسکی طرف جملہ یتلو علیہم آیاتہ دلالت کرتا ہی اسکا ماحصل تو فقط اتنا ہی کہ عربی مین زبان دانی حاصل ہو جائے دوسرا وہ مرتبہ جسکی طرف یعلمہم الکتاب مشیر ہے اس مرتبہ کی حقیقت یہ ہی کہ مجملات کلام اللہ کو شخص سمجھ جائے تفصیل اس اجمال کی بقدر مناسب یہ ہی کہ مفہومات کلیہ کے لئے ہزارہا تشخص محتمل ہوتے ہین مثلاً انسان ایک مفہوم کلی ہے اور زید عمرو بکر کی خصوصیات زائدہ اسکی تشخصات سو کلام اللہ مین اگر کوئی مفہوم کلی مصرح مذکور ہو اور اسکا تشخص و تعین مصرح تو مذکور نہو پر سیاق و سباق اور لواحق و توابع کے وسیلہ سے بشرط رسائی فہم معلوم ہو سکتا ہو تو جو شخص اس بات کو بتلائے وہ معلم کتاب کہلائیگا الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم مین لفظ ظلم ایک مفہوم کلی پر دلالت کرتا ہے جسکے لئے صغیرہ اور کبیرہ اور شرک بدعت افراد ہین مصرح اگر موجود ہے تو وہی مفہوم کلی موجود ہے اور تعیین شرک مصرح موجود نہین ہان لفظ لبس بوسیلہ ان الشرک لظلم عظیم اسکی جانب مشیر ہے علی ہذا القیاس آیت وضو مین جر ارجل کی قرارت کی صورت مین مسح ارجل تو عطف علی الروس کی صورت مین مصرح ہی اور اسکے ساتھ غسل قدم کا کچھ ذکر نہین پر غسل بھی اسکے ایک افراد مین سے ہی کیونکہ ہاتھ کا پھیرنا سوکھا ہو جب مسح ہی اور تر ہو جب مسح ہی غسل کے ساتھ ہو جب مسح ہی اور فقط رطوبت قائمہ بالید کے ساتھ ہو جب مسح ہے +

غرض ایک مضمونِ کلی ہی جسکے افرادِ کثیرہ اور تشخصاتِ متعددہ متصور ہین جن مین سے تصریح ایک کی بھی نہین فقط ہی تو اُس مضمونِ کلی ہی کی تصریح ہے ہان قیدِ الی الکعبین کو دیکھئے تو باعانت بار استعانت فہمِ رسا ہو تو غسل ہی لازم آجاتا ہی علی ہذالقیاس باعانتِ بار استعانت موضوع لہ راس کو بہ تدبیر لحاظ کیجئے تو تعلقِ ربعِ راس نکل آتا ہے ہان راس کو کرہ حقیقی اور پانیکو سطح مستوی یا کرہ حقیقی رکھئے تو پھر مسح بال دو بال ہی کا فقط ثابت ہوگا بہرحال لفظِ ظلم سے تمام گناہون کو مصرح سمجھ لینا اور لفظ راس سے تمام راس کو مصرح سمجھ لینا اور منصوص خیال کرنا ایک سینہ زوری ہی اور کچھ نہین تیسرا مرتبہ علم مین وہ ہی جو جملہ یعلمہم الکتاب والحکمۃ سے لفظ حکمت کے وسیلہ سے سمجھ مین آتا ہے تحقیق اس مرتبہ کی یہ ہے کہ ہر حکم کے لئے ایک علت ہی اور ہر وصف کے لئے ایک موصوف حقیقی ہوتا ہی مثلاً مطاع ہونے کے لئے کمال و جمال و مالکیتِ نفع و ضرر علتِ حقیقی اور موصوفِ حقیقی اور محکوم علیہ حقیقی ہین اور وہ اُسکے لئے معلولِ حقیقی اور وصفِ حقیقی اور محکوم بہ حقیقی اور نسبتِ فیما بین نسبتِ حقیقی علی ہذالقیاس ایک موصوف عرضی ہوتا ہی جیسے بصفہ رسالت یا خلافت اور اولوالامری مطاعیۃ کیلئے موصوفِ عرضی اور علتِ عرضی اور محکوم علیہ عرضی ہی اور نسبت فیما بین نسبتِ عرضی اور مجازی ہی یا یون کہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مال مین میراث جاری نہونی اور آپکے ازواج کے نکاح کی حرمت کی علت اوروں کے ساتھ آپکی حیات جسمانی ہی جو آپ کی موت عرضی کے تلے دبکر افاضۂ حس و حرکت سے ایسی طرح معذور ہوگئی ہی جیسے چراغ روشن کسی ہنڈیا مین بند ہوکر مکان مین افاضہ نور سے معطل ہوجاتا ہے یہ نہین کہ جیسے ہماری تمہاری حیات جسمانی جس سے جسم پہ روح کا قبض و تصرف تھا موت کے آنیسے اسیطرح زائل ہوجاتی ہی جیسے سایہ کے آنیسے پر دھوپ آپ کی حیات بھی موت کے آنیسے زائل ہوجاتی ہی باقی یہ جو سلام علیکم یا اہل القبور سے ایک نوع کی تعلق روح و جسد کا پتا لگتا ہی جس سے اشتباہِ حیات پیدا ہوتا ہے تو اُسکو اول تو ایسا سمجھئے جیسا بوسیلۂ تار برقی بمبئی یا کلکتہ یا لندن کی خبر میرٹھ یا بنارس مین آجائے ایسے ہی یہان بھی سمجھئے دوسرے اگر کچھ تعلق ایسا رہا بھی جیسا کسی جلاوطن کو اپنے وطنِ اصلی کے ساتھ تو گو اتنا تعلق موجبِ اطلاع بعضِ احوالِ متعلقۂ جسد ایسی طرح

ہو جاوے جیسا تعلقِ خاطرِ مرد آوارہ - بسا اوقات بہ نسبت اور بلاد کے احوالِ متعلقہ وطنِ متروک کے زیادہ اطلاع کا باعث ہو جایا کرتا ہی پر اتنی بات سے قبض و تصرف نہین نکلتا جو شتباہِ حیات ہو علی ہذا القیاس یہ نہین کہ مثلِ شہدا ایک بدن سے تعلق چھوٹ کر دوسرے بدن سے تعلق پیدا ہو گیا ہو جسکے بھروسے یون کہا جاوے جبکہ بدن اول سے تعلق ہی نرہا تو اُسکے متعلقات یعنی ازواج و اموال سے کیا تعلق رہیگا جو مانعِ میراث اور انقطاعِ نکاح ہو اسی طرح اور بہت سی نظیرین ہین جنکو لیکے اہل دانش سمجھ جاوینگے غرض موصوف حقیقی اور علت حقیقی کو دینیات مین علتِ مجازی اور موصوفِ مجازی سے پہچان لینا وہ حکمت ہی جسکی طرف آیت مذکور مین اشارہ ہی اور جسکی تعریف مین یہ ارشاد ہوا ہی ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اسو مرتبہ حکمت پر اجتہاد کی اجازت ہی بشرطیکہ قرآن و حدیث پر بخوبی نظر ہو اور ناسخ و منسوخ و ضعیف و قوی کو پہچانتا ہو اور مرتبہ علمِ کتاب مین اگرچہ اجازہ اجتہاد و استنباط احکام غیر منصوصہ نہین ہو سکتے پر فقط احکام منصوصہ اور مضامینِ مندرجہ قرآنی مین خود رائی اور خود بینی کی اجازت ہی چنانچہ بدیہی ہے بعد اسکے اگر حکیمِ امت یا عالمِ کتاب سے کوئی خطا ہو جائے تو وہ ایسی سمجھنی چاہئے جیسے اسپ تیز گام باوجود سلامتِ اعضا و قوتِ رفتار ذراسی غفلت مین ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہی اس ٹھوکر کھا کر گر پڑنے کو اسپ لاغر و لنگ کے گرنے پر قیاس کر کے جیسے سواری موقوف نہین کر دیتے ایسے ہی حکیم امت و عالم کتاب کی بوجہ غلطی جو بمقتضائے بشری بوجہ غفلت ہو جاتی ہی خود رائی اور اجتہاد سے روک دینا نا سزا ہے انکی غلطی اس اعتبار سے مثل غلطی عوام الناس سمجھی جائیگی باقی رہا وہ مرتبہ جو جملہ تیلو علیہم آیاتہ سے مستفاد ہی باوی النظر مین اگرچہ از قسم علوم ہی پر حقیقت مین یہ مرتبہ اُن علماء ربانی کا مرتبہ نہین جو کسیکے پیرو نہوا کرین ورنہ جملہ یعلمہم الکتاب بیکار تھا ہان حافظِ علوم کہئے تو بجا ہے بہر حال ایسے لوگون کو اوروں کا اتباع ضرور ہی عالم بن بیٹھنا اور لوگون کی پیشوائی جائز نہین آپ بھی گمراہ ہونگے اوروں کو بھی گمراہ کرینگے - پیشوایانِ فرقہائے باطلہ سب اسی مرتبہ کے لوگ تھے جنہون نے بوجہ اولوالعزمی اپنے فہم کے موافق اوروں سے اپنا کام لیا - نہم - انسان کا خارج از طاقتِ انسانی

مکلف نہو سکنا اور ہے اور نہونا اور۔ اس مین کچھ کلام نہین کہ انسان خارج از طاقت
انسانی مکلف نہین مگر اس کے ساتھ یہ بھی غضب ہے کہ ایمان اور احکام موجب نجات
عقل انسانی سے خارج نہین پیرجی صاحب غور کا مقام ہی تکلیف ما لا یطاق کے نہونے کی
علت فقط یہ ہی کہ تکلیف سے غرض اعمال مکلف بہا ہوتے ہین تکلیف خود مقصود بالذات نہین
ہوتی جو یون کہا جائے کہ خدا اپنی بات اور اپنے کام کر چکے بارے بندون سے اُسکی تعمیل ہو کہ
نہو سو اتنی بات اگر ہو تو ہم بھی کہتے ہین کہ قطع نظر عمل سے ایسی تکلیف ممکن تو تھی ہی
اگر خدا نے ایسا حکم بعید یا بھی تو کیا بُرا ہوا بلکہ مقصود بالذات عمل ہوتا ہی مگر ظاہر ہے کہ
عمل اگر محتاج ہی تو قوت عاملہ کا محتاج ہی قوت نافذہ کا محتاج نہین جو اُسکی سر و مصلحت سے
آگاہ نہونا مانع تکلیف ہوسکے البتہ علم عمل آنا ضرور ہی اور کیونکر کہیے معہذا خارج از عقل ہونیکے
اگر یہ معنی ہین کہ عامل کی عقل مین اُسکے اسرار اور مصالح اور منافع اور علل نہ آئین تو یہ تو
اسرار غلط ہین اور اگر یہ معنی ہین کہ عقل اُسکے مخالف تجویز کرتی ہے تو اگرچہ اسکے امکان
مین کلام نہین ہو سکتی تھا سکہ اُن لوگون کی مشرب کے موافق جو علت حسن و قبح امر و نہی
کے سوا اور کسی صفت ذاتی احکام کو کہتے ہین لیکن واقع مین خدا کیطرف سے ایسا ہوتا
نہین پر اتنا اور ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اس امر مین تمہاری ہماری عقلون کا اعتبار نہین
وہ عقول جو بفحوائے فی قلوبہم مرض امراض روحانی کے باعث ایسی طرح فاسد ہو گئے ہون
جیسے قوت ذائقہ یرقانی ہرگز قابل اعتبار نہین اسکے اور آگ کے لئے اُنکی عقل چاہیے۔
جنکے دل بفحوائے الا من اتی اللہ بقلب سلیم امراض روحانی سے ایسی طرح عافیت مین
ہین جیسے مرض جسمانی یرقان وغیرہ سے بحالت صحت ہماری آنکھین اور زبانین
بچی ہوئی ہوتی ہین +

دہم۔ افعال مامورہ کے فی نفسہ حسن ہونے کے معنے اور افعال ممنوعہ کے فی نفسہ
قبیح ہونے کے معنی موافق معنے متبادر لفظ فی نفسہ اگر یہ ہین کہ حسن و قبح اُنکا ذاتی ہوتا

ہی تو یہ تو غلط صلوٰۃ وقت طلوع وغروب اور صوم عیدین اور صیام ایام تشریق بالیقین فی حد ذاتہ
حسن ہی پر بوجہ اقتران وقت معلوم قبح عارض ہوگیا ہے علی ہذا القیاس قتال بنی آدم اور خدعہ
فی الحرب جسکی تسلیم سے معتقدان قرآن وحدیث کو چارہ نہین فی حد ذاتہ قبیح ہے پر بوجہ اقتران
وانضمام اعلاء کلمۃ اللہ حسن عارض ہو جاتا ہی اور اگر یہ مطلب ہی کہ افعال مامورہ مین کچھ نہ کچھ
حسن اور افعال ممنوعہ مین کچھ نہ کچھ قبح ہو کسی قسم کا سہی تو مسلم مگر اس صورت مین یہ بھی ماننا
پڑیگا کہ ہر قسم کے مامورات مین سے ایک چیز حسن لذاتہ ہی جسکے عروض سے اور امور قابلہ للحسن
حسن ہوجاتے ہین علی ہذا القیاس انواع ممنوعات مین ایک چیز قبیح لذاتہ ہوگی جسکے اقتران سے اور افعال
قبیح بالعرض ہوجاتے مین پھر اس صورت مین اسباب کی گنجایش نکلیگی کہ بعد زمانہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز مین بوجہ اقتران مذکور حسن یا قبح عارض ہوجائے تو وہ بھی منجملہ
مامورات یا منہیات ہوجائیگی یہ جدی بات رہی کہ مامور ہوگی تو کس درجہ کے اور ممنوع ہوگی تو
کس درجہ کی مثال کی ضرورت ہے تو جمع قرآن اور تدوین کتب اور تنقیح حال رواۃ و مراتب
احادیث تو از قسم مامورات زمانہ آخر ہین اور منہیات مین عورتون کا مساجد مین آنا جانا علی ہذا القیاس
توپ بندوق کے استعمال اور اشغال صوفیہ کے اشتغال کو سمجھئے اسی طرح ہوسکتا ہی کہ ایک فعل
بوجہ اقتران مذکور کسی ملک یا ولایت مین مامور بہ یا منہی عنہ ہوجائے اور دوسرے مین نہو یا ہو
تو بدرجہ کمتر ہو بعد ازین یہ جو ارشاد ہی کہ انبیاء علیہم السلام حسن وقبح کے بتانے والے ہین
اگر اسکے یہ معنی ہین کہ انبیاء علیہم السلام بمنزلہ اطباء مبین ہین آمر و جابر و حاکم نہین تب تو
غلط ورنہ جزاء و سزاء دنیوی کسے پھر کیا معنی ہین یعنی افعال حسنہ یا قبیحہ کو اگر جزاء و سزاء
دنیوی ایسی لازم ہوتی جیسے لوازم ذات اپنے ملزومات کو تو یون بھی کہہ سکتے تھے کہ خود بخود
یہ قصہ ہو رہا ہے اور اگر یہ معنے ہین کہ مبین بھی ہین اور آمر وجابر بھی ہین تو مسلم پر اس
صورت مین امور منصوصہ کا حسن وقبح سمجھنا تو سب کو لازم ہوگا۔ پر غیر منصوصہ کو بوجہ اقتران
مذکور ہر کس و ناکس حسن وقبیح کہنے کا یا سمجھنے کا مجاز نہوگا۔ اسکے لئے اتنی عقل وفہم کی ضرورت

ہوگی جتنی مرتبۂ حکمت کے لئے ضرورت ہے کیونکہ عروض واقتران اور کیفیت وکمیت امور متفرقہ کو
وہی شخص جان سکتا ہی جو نسبت حکمیہ حقیقیہ کو نسبت حکمیہ غیر حقیقیہ سے تمیز کر سکے +

یازدہم - یون نہ کہیے کہ تمام احکام اسلام فطرۃ کے موافق ہین البتہ وہ احکام جو حسن لذاتہ
یا قبیح لذاتہ ہین اُنکی خوبی اور بُرائی طبعی ہی پر وہ احکام جن مین حسن وقبح عرضی ہوتا ہے بذات
خود ہر وقت مرغوب اور غیر مرغوب نہین ہوتے تا وقت عروض بالطبع یعنی بالفطرۃ تو نہین البتہ
بالعرض مرغوب وغیر مرغوب ہو جاتے ہین بعد زوال عروض وہ رغبت بالضرورت بدلجاتی ہی اگر بوجہ
شدت گرسنگی یا تشنگی جس مین ہلاکت کا اندیشہ ہو اغذیہ یا اشربہ محرمہ کا کھالینا یا پی لینا حسن یا مباح
ہوجاتا ہی تو تا دم مخمصہ ہی یہ بات رہتی ہی اُسکو اقتضاے طبعی اور فطری نہین کہہ سکتے مگر ہان
یون کہئے کہ تا دم عروض ہی فطری کہنا مراد ہی پھر با اینہمہ میری اور تمہاری فطرۃ کا ذکر نہین
کیونکہ اول تو یہان فطرۃ ہی مفقود فطرۃ اُس حالت کو کہنا چاہئے جو روح کے لئے بمنزلہ صحت جسمانی
ہو جو جسم کے لئے قبل عروض مرض ہوتی ہی اور بعد عروض مرض مفقود ہو جاتی ہی اور اگر صحت
جسمانی امراض جسمانی کی اوٹ مین آجاتی ہی مستور ہو جاتی ہی مفقود نہین ہوتی تب کیا ہوا اس صورت
مین اگر فطرۃ بھی یاسی طرح مستور ہوئی تو کیا ہوگا ہوا نہوا جب برابر ہے تو اُسکو لیکر کیا چاہیے یہی
وجہ ہے کہ کفار وفجار کو ایمان وتقوی ہمیشہ برا ہی معلوم ہوتا ہے بہر حال موافق اذا تسرتک
حسننک وساءتک سیئتک طاعتہ مین لذت اور معصیتہ مین تکلیف ہونے لگے تو البتہ ایسے اہل
قلوب کو ارباب فطرۃ کہہ سکتے ہین تسپر بھی سواے نبی کسیکا قلب دربارہ صحت وسقم قرآن
واحادیث کسوٹی نہین ہو سکتا ہان قرآن واحادیث صحیحہ البتہ کسیکی وجدان کے کھرے کھوٹے
بتانے کے لئے کسوٹی اور معیار ہین اگر وجدان اہل وجدان اُسپر مطابق آجائین تو ایسے لوگ
صحیح الوجدان ہین ورنہ یہ عدم تطابق دلیل فساد فطرۃ و وجدان سمجھا جائیگا قرآن وحدیث
اُس عدم تطابق کے باعث غلط نہ سمجھا جائیگا کیونکہ قلوب سلیم کو مثل اجسام صحیحہ ہردم
مرض کا اندیشہ لگا ہوا ہی بہ قرآن وحدیث صحیح کو مورد صحت وسقم باینطور نہین کہہ سکتے کہ

کبھی یہ صحیح ہو جانے مین کبھی غلط جو روایت صحیح ہی وہ ہمیشہ صحیح رہتی ہے جو غلط ہے ہمیشہ غلط سو ظاہر ہے کہ قرآن شریف و حدیث متواترہ مین تو یہ احتمال غلط ممکن ہے نہین رہی احادیث صحیحہ غیر متواترہ ہر چند احتمال غلطی اور مخالفت واقع اُنمین ممکن ہے کیونکہ انکی صحت حسب اصطلاح محدثین بمعنی مطابقتہ واقع نہین لیکن یہ ایسا ہی سمجھنا چاہیئے جیسا مرد صادق القول سے بوجہ غلط فہمی کسی بات مین غلط کہہ بیٹھنا سو جیسا یہ نادر و نادر ہے مثل عروض امراض خصوصاً امراض روحانی کثیر الوقوع اور عسیر الزوال نہین جو دربارہ اختیار معاملہ برعکس ہوجائے یا احتمال مساوات ہو بہرحال یہ قول کہ اگر یہ نہو تو اندھے کے حق مین نہ دیکھنا اور سوجھا کے حقمین دیکھنا گناہ ٹھیر سکیگا اگرچہ اسجگہ بے موقع ہے کیونکہ استطاعتہ بصارۃ اور عدم استطاعتہ بصارۃ مین فطرۃ ہی نہ مطابق فطرۃ علی العموم ہرگز صحیح نہین ہان تاویل مذکور کے ساتھ کہیئے تو بجا ہی +

دوازدہم - دوازدہم انسان کو ایک اختیار ادھرسے مستعار عطا ہوا ہی پروہ اختیار انسانی اختیار خداوندی کے ساتھ وہ رابطہ رکھتا ہے جو قلم ہمارے تمہارے ہاتھ کے ساتھ یا پچھلے کل کسی اگلے کل کے ساتھ اگر یہ نہو تو اختیار انسانی کو عطائے خداوندی کہنا غلط ہو جائیگا اور ارادہ انسانی مخلوق خدا نہ رہیگا کیونکہ ہر بالعرض کے لئے ایک موصوف بالذات چاہیے ورنہ پانی کی گرمی اور زمین کی دھوپ کو آگ اور آفتاب کی حاجت نہوتی مگر جیسا ہر بالعرض کے لیے بالذات کی ضرورت ہی ایسی ہی اُن دونون مین تجانس بھی ضرور ہی جس نوع و جنس کا وصف عرضی ہوگا اُسی نوع و جنس کا وصف ذاتی ہونا چاہیئے زمین کا نور آفتاب کے نور سے پیدا ہوتا ہی آفتاب کی حرارت یا پانی کی رطوبت سے پیدا نہین ہوتا اس صورت مین ضرور ہی کہ ارادہ انسانی ارادہ خداوندی کا پرتو ہو مگر جیسی حرکت نور زمین یعنی دھوپ حرکت آفتاب و حرکت شعاع و نور آفتاب پر موقوف ہی بالاستقلال نہین ایسی ہی حرکت ارادہ انسانی حرکتہ ارادہ خداوندی پر موقوف ہوگی چنانچہ خداوند

دوازدہم حاشیہ ۱۲

کریم خود ہی فرماتے ہین وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ سو اگر مجبور ہونے سے مراد یہ توقف ہی
اور یا ہین معنی انکار جبر ہے تب تو بلا شبہہ یہ انکار غلط اور لغزش عظیم ہے جسکا تدارک بجز
توبہ متصور نہین اور اگر یہ مطلب ہی کہ بندہ صاحب اختیار ہی یہ نہین کہ اختیار ہی نہین
دیا بلکہ مثل چوب و سنگ جو بظاہر ذوی العقول مین سے نہین اور ارادہ سے بے بہرہ
نظر آتی ہین یہ بھی بے بہرہ ہی تو یہ بات بدیہی ہے مگر بدلالت سیاق اور شہادت عبارت سابقہ
اس استثناء سے جو یہان ہی (مگر اس سے انسان اُن نو کے استعمال الخ) شروع ہوا ہی یہ معنی کاتبے
بظاہر دشوار ہین اور اگر یہ غرض ہی کہ انسان کو ارادہ بھی ملا اور پھر وہ ارادہ خدا تعالے کے
ارادہ کے ساتھ وہی ارتباط بھی رکھتا ہی جو ہمنے عرض کیا مگر باینہمہ مثل احجار و اشجار مجبور
نہین جو اُسکے طرف بجز انفعال عمل کو انتساب ہی نہو سکے تو یہ مسلم مگر اس صورت مین
انکار جواز تکالیف باخیال عدم جواز ثواب و عقاب جیسا بظاہر متوہم ہو سکتا ہی بالکل خیال
خام ہو گا کیونکہ اس صورت مین تکلیف تو مثل صیقل آئینہ وغیر آئینہ سمجھی جائیگی جو بعد دعوے
قابل العکس ہونے آئینہ اور غیر قابل العکس ہونے سنگ و چوب کے مخالفان دعوے
کیلئے ساکت ہو سکتا ہی سو جیسے سنار یا صراف کامل کا کھوٹے کھرے کو کسوٹی پر لگا کر بتلا دینا گاہک
یا صاحب متاع کے دکھلانے اور ساکت کرنے کے لیے ہوتا ہی اپنے اطمینان کے لیے نہین ہوتا ایسے ہی
خدا کیطرف سے تکلیف کو بیان فرق مراتب انفعال کیلیے سمجھیے اور امتحانات لیبلوکم ایکم احسن عملا
وغیرہ از قسم اتمام حجت سمجھئے نہ از قسم استخبار و استفسار اور ثواب و عقاب کو ایسا سمجھیے جیسا
آئینہ کو نظارہ کیلیے پیش نظر رکھین اور پتھر یا چوب کو سامنے سے ہٹا دیوین سو جیسے اس رکھنے
اور ہٹانے مین ایک کا اعزاز اور دوسرے کی تحقیر نکلتی ہی ایسے ہی اس ثواب و عقاب کو خدا کیطرف سے بیان فرق مراتب
ظہور فعل کیلیے سمجھیے یعنی جیسے آئینہ سے بوجہ انعکاس نور آفتاب جو بعد قبول ظہور مین آتا ہی اور بعد انفعال
رنگ دکھلاتا ہی ایک صدور نور مذکور ادھر سے ادھر کو ہوتا ہی جس کے انتساب فاعلیت درست سمجھا جاتا ہی ایسے ہی
یہان بھی قبولی یا ارادہ کی بعد ایک انعکاس ارادہ بھی ہوتا ہی اور وہ ارادہ منعکس مرادات بشری پر

اسطرح واقع ہوتا ہے جیسے نور منعکس از آئینہ در و دیوار پر واقع ہوتا ہی سو یہ اعزاز مذکور اسی فاعلیت کا نتیجہ ہے +

جواب اصل ۱۳

سیزدہم - یون کہنا چاہیے کہ دین اُن احکام کا نام تو یقینی ہی جو یقینی ہین اور اُن احکام کا نام ظنی ہی جو ظنی ہین یعنی احکام یقینیہ کو یقیناً دین سمجھنا چاہیے اور احکام ظنی کو ظناً کہنا چاہیے بہر حال اطلاق دین دونو پر چاہیے پر فرق مراتب علم کے لیے بقین و ظن کی قید کا اضافہ ضرور ہی +

جواب اصل ۱۴

چہاردہم - اس اصل کے موافق احکام کی دو قسم کرکے قسم اول کی پھر دو قسمین کرنی چاہئیں ایک امر و نہی حسن یا قبیح لذاتہ دوسرے امر و نہی حسن و قبیح لغیرہ سو جو امر و نہی متعلق بحسن و قبیح لذاتہ ہین وہ تو بیشک موافق فطرۃ ہین نہین تو نہین مگر ہان یہ تاویل کیجیے کہ قسم ثانی بھی فطرت کے مطابق ہین بالذات نہین بالعرض ہی سہی لیکن اسصورت مین جیسے قسم اول کی تقسیم بیکار ہی خود تقسیم اول اس سے زیادہ بیکار ہاہے اور اُس سے زیادہ بیہودہ اور لغو کیونکہ وہان فرق بالذات و بالعرض کی دریافت کرنے کے لئے کچھ ضرورت تقسیم بھی تھی اور یہان تقسیم اول کی اسصورت مین کچھ ضرورت ہی نہین خیر ہر چہ بادا باد اب آگے دیکھنا چاہیے یہ جو ارشاد ہی کہ اطاعت و عمل مین دونون برابر ہین اگر اسکے یہ معنے ہین کہ مراتب حسن و قبول ہین سب برابر ہین تب تو غلط ہی ابھی معلوم ہو چکا کہ خود حسن و قبح مین کمی بیشی ہی ظاہر ہی کہ موصوف بالذات ہمیشہ موصوف بالعرض سے اکمل ہوا کرتا ہی آفتاب نورانیت مین آئینہ اور در و دیوار سے زیادہ ہی اور یہ بھی ہی کہ بقدر مراتب حسن و قبح ہی مراتب امر و نہی متفاوت ہونے چاہیین یعنی یہ فرق فرضیۃ و وجوب و سنیت و استحباب و حرمت و کراہت تحریمی و اباحت اُس فرق مراتب حسن قبح ہی پر متفرع ہونی چاہیین اسلیے کہ حاکم ایک اللہ تعالے محکوم بہ ایک بندہ عبارت حکم وہ ایک صیغہ امر و نہی پھر اگر فرق مذکور بھی نہو تو یہ فرق مراتب کہان سے آئے اور یون کہین ایک آدہ جا اگر فرق عبارت سے اس فرق کو ثابت بھی کیجیئے تو اور باقی فرقہاے معلومہ کی کیا سبیل ہوگی باینہمہ عبارت در بارہ مطلب مفہوم مخبر اور مظہر ہوتی ہے علت نہین ہوتی اور علت کی ضرورت ہر حادث کے لیے ضرور ہی اور اگر یہ مطلب ہی کہ اطاعت سبکی چاہیے کہ خدا کے یہان کسی مرتبہ مین واقع ہون تو البتہ ایک ٹھکانے کی بات

ہے مگر اس کے یہ معنے ہونگے کہ مراتب وجوب واستحباب وغیرہ مین اگرچہ دونون قسمون مین فرق ہو پر صورت
ادا دونون جا ایک ہی ہی جسطرح جسے مثلاً چار فرض ادا کیے جاتے ہین اُسی طرح سے چار سنت جس طرح
تین فرض ادا کیے جاتے ہین اسیطرح تین وتر جتنی دیر اسمین لگتی ہی اتنی ہی اُسمین لیکن اس صورت
مین اسباب کی تحقیق ضرور ہی کہ احکام اصلی کی کیا نشانی ہی اور احکام حفاظت کا کیا پتہ ہی سو ہمسے
اگر پوچھیے تو اسکی تحقیق بقدر مناسب مقام یہ ہی کہ طاعات و ذنوب مین انواع متعددہ ہین پھر ہر نوع
مین ایک امر مقصود بالذات ہی باقی مقصود بالعرض طاعات مین مثلاً ابواب صلوۃ کے اوامر ایک جدی
نوع اور ابواب زکوۃ کے اوامر ایک جدی نوع ابواب صوم کی جدی ابواب حج کی جدی پھر نوع
اوامر متعلقہ صلوۃ مین صلوۃ مامور بہ بالذات ہی اور طہارت اور جماعت اور مراعات صف اول و
تکبیر اولی وقرب امام و انتظار جماعت و رباط مسجد و وضو قبل از وقت وغیرہ مامور بہ بالعرض جنمین سے
مراعات صف اول وغیرہ تو بالعرض کے بھی بالعرض ہین اسلیے کہ مقصود اعظم ان امور سے نگاہداشت
جماعت مسجد ہی اور وجہ اس تفریق کی ظاہر ہی کون نہین جانتا کہ جماعت مین قطع نظر نماز سے کچھ ثواب
نہین ورنہ پریٹ و قواعد کیوقت ایک صف باندھکر کھڑا ہونا بھی منجملہ طاعات سمجھا جاتا
علی ہذا القیاس اور امور کو سمجھ لیجیے اور طہارت اگر بذات خود بھی مطلوب ہو تو یہ طلب جو
اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا وجوہکم وایدیکم الخ سے ثابت ہی لاجرم بوجہ صلوۃ ہی بذات خود
طہارت یہان مطلوب نہین ادہر ذنوب مین دیکھئے تو ابواب زنا جدی نوع ہی اور نہی
شراب خواری جدی نوع اور نہی سود خواری جدی نوع علی ہذا القیاس پھر نوع زنا مین
خود زنا بالذات منہی عنہ ہی اسلیے اپنے بیگانے سب سے زنا ممنوع ہی اور بوس وکنار و خلوت وغیرہ
منہی عنہ بالعرض یعنے بوجہ شہوت و اندیشہ زنا ممنوع ہین بذات خود ممنوع نہین ورنہ یہ معاملات
مثل زنا اپنی مان بہن بیٹی وغیرہ سے ہرگز جائز نہوتی بلکہ اولٹی یہان اور جا کی نسبت زیادہ
ممانعت ہوتی سو مامور بہ اور منہی عنہ بالذات کا نام تو ہم مقاصد رکھتے ہین اور مامور بالعرض
کا نام ہم وسائل و ذرائع اور دواعی رکھکر یہ گزارش کرتے ہین ان دونون قسمون مین تو

باہم ایسا ارتباط ہی جیسے چراغ اور آئینہ مین وقت انعکاس نور ہوتا ہے علاوہ برین ایک اور قسم کے احکام ہین جن سے مقصود مضمون تذلل و تعبد نہین اگرچہ یہان بھی بوجہ اطاعت تعبد لازم آجائے بلکہ مقصود یہ ہے کہ مردود ہو رسکے بعد حدود احکام متغیر نہو جائین مثلاً اُن نمازون مین جنکے بعد سنتین پڑھی جاتی ہین یہ حکم ہوا کہ فرض و سنت کے بیچ مین فصل زمان و مکان کر دینا چاہیے یعنی کچھ دعا مانگ لی یا ایک دو وظیفہ مسنونہ بعد الصلوۃ مثل آیۃ الکرسی و تسبیح و تحمید و تکبیر پڑھکر دائین بائین یا آگے پیچھے ہٹ کر سنت مابعد کو پڑھے علی ہذا القیاس قبل رمضان اور بعد رمضان متصل روزہ رکھنے سے ممانعت فرمائی ادھر تاخیر سحور اور تعجیل افطار کی قید لگائی مقصود ان سب سے یہی ہے کہ رفتہ رفتہ حدود خداوندی مین افزایش ہو کر ایسی خرابی حسن صورت مجموعہ احکام اسلام مین نہ آجایے جیسے بسر چاولون مین انکے اندازہ سے زیادہ گھی مٹھائی ڈالدینے سے خرابی آجاتی ہے یا فرض کیجیے کسیکے وجود مین آنکھ یا ناک وغیرہ اعضا مین سے کوئی عضو اُسکے وجود کے اندازہ سے زیادہ یا کسی انگرکھہ کُرتہ وغیرہ مین آستین وغیرہ اجزاء معلومہ سے کوئی ٹکڑا اپنے اور اُس کپڑیکے اندازہ سے بڑھکر مجموعہ کی خوبی مین رخنہ انداز ہو جاتا ہے گو قطع نظر اُس سے کوئی مقدار اُن اشیاء کے لئے معین نہو مگر اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس باب مین اُسی کی رائے معتبر ہی جو اُس حسن خوبی کے ادراک کا حاسہ بھی رکھتا ہو اندھا حسن صورت بنی آدم مین اس قسم کی رائے نہین دے سکتا جسکی زبان نہو اطعمہ کی خوبی و خرابی مین لب کشا نہین ہو سکتا سو ظاہر ہے کہ سوا ر انبیاء اس قسم کی بصیرہ جس سی صورت مثالی مجموعہ احکام اسطرح معلوم ہو جائے جسطرح آنکھ سی ہمین ہماری صورت اجتماعیہ چشم و گوش و بینی و رخسارہ وغیرہ معلوم ہو جاتے عطا نہین ہوئی ہم لوگ اس باب مین اندھے ہین اور نیز اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان احکام کا محل وہی احکام ہین جنمین مراعات صورت مطلوب ہی اور جسجگہ صورت پر نظر ہی نہین فقط معنی ہی مقصود ہی جیسے جہاد مین غرض اصلی اعلاء کلمۃ اللہ ہی دشمنو ہو یا اُنکو مشرق کیطرف منہ ہو یا مغرب کیطرف

تیر سے ہو یا بندوق سے سوار ہو کر کیجیے یا پیادہ تو ایسے احکام مین جو نسبت احکام سابقہ احکام مطلقہ ہین
اور وہ لنکی نسبت احکام مقیدہ یہ اس نام کے سزاوار ہین وہ اس نام کے احکام محافظت کے مداخلت
نہین ہوتے جب یہ بات مقرر ہو چکی تو ہم احکام محافظت کو احکام انتظامی اور احکام محافظت نام رکھکر
عرض پرداز ہین کہ ان احکام کو مقاصد اور وسائل کی ساتھ ایسی نسبت ہی جیسے چراغ کی ساتھ فانوس ہنڈیا
وغیرہ اور آئینہ کے لئے چوکھٹا وغیرہ کو غرض یہ نہین کہ احکام انتظامی کے سوا تمام احکام فطری ہین بلکہ
بعض ذرائع مقاصد سے بعد مرتبہ کے باعث یا بوجہ خفاء عروض بالعرض بھی مرغوب غیر مرغوب نہین
ہوتے ہان اگر وسائل کو بھی منجملہ احکام محافظت کہیے اور وجہ تسمیہ مین تاویلین کریجیے تو البتہ یہ فرق
صحیح رہیگا مگر اسصورت مین تفریعات مین اُن باتونکی مراعات ضرور ہوگی جو متفرع علیہ ہین ہون +

پانزدہم - عوام تو مصلحت و غیر مصلحت کو جانتے ہی نہین اسبات مین اگر اب کشا ہوتے مین تو علما
ہی ہوتی ہین ہان ہر فرقہ مین باہم فرق عموم و خصوص ہوتا ہی مگر سید صاحب نے یہ نہ لکھا کہ مصلحت مصطلح عوام
کیا ہی اور مصلحت خواص سے مراد کیا جو اسباب مین نظر کیجاتی کہ اس انتساب مین بے ادبی لازم آتی ہی یا نہین ہان
سچائی کے لفظ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ مصلحت مصطلح عوام کچھ ایسا امر ہوتا ہی جسمین دروغ یا دروغ گوئی کا انتساب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف ہوجاتا ہی لیکن باین نظر کہ انتساب مذکور کی بھی کئی صورتین ہین
اور ہر صورت کا یکسان حکم نہین منجملہ اُنکے تعریضات بھی ہین جنکی معنی مطابقی تو مخالف واقع نہین ہوتے
مگر اور موہدات مخالف واقع کیطرف کھینچ لیجاتی ہین پھر دروغ صریح بھی کئی طرحپر ہوتا ہی جنمین سے ہر ایک کا
حکم یکسان نہین اور ہر قسم سے نبی کو معصوم ہونا ضرور نہین اگرچہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سبھی
سے محفوظ رہی ہون ہمکو لازم پڑا کہ اسباب مین ایک تحقیق مختصر بقدر ضرورت لکھیے سو سنیے کہ
بعض بعض افعال تو خیر باین معنی ہوتے ہین کہ انکی وضع کسی امر خیر کے لیے ہوتی ہی سو جیسے آگ
احراق و حرارت کیلیے اور پانی رطوبت اور ترتیب کے لیے موضوع اور مخلوق ہوئی ہین ایسی ہی نماز مثلاً
تعظیم باری کے لئے موضوع ہوئی ہی جسکی خیریت مین پھر کچھ تامل نہین اور جسمین اصلاً شائبہ شر نہین اور بعض
افعال شر محض باین معنی ہوتی ہین کہ انکی وضع کسی امر شر کے لیے ہوتی ہی سو جیسے قطع اعضاء تخریب ابدان

جواب پانزدہم

اور فساد جسم کے لیے موضوع ہی ایسی ہی ظلم وستم آزار مردم اور زنا صد سے بیحیائی کے لیے موضوع ہوا ہے
علی ہذا القیاس اور افعال کو سوچ دیکھیے مگر بعض افعال ایسے ہین جنکی حدذات اور مرتبہ حقیقت
مین نہ کوئی خوبی ہوتی ہی نہ کوئی بُرائی تو یہ اگر نتیجہ حسن کے وسیلہ اور امر خیر کی ذریعہ ہوجاتی ہین تو
منجملہ محاسن سمجھی جاتی ہین اور اگر کسی نتیجہ قبیح کے وسیلہ اور امر شر کے ذریعہ ہوجاتے ہین تو منجملہ
مساوی ووذمائم شمار کیے جاتے ہین مثلاً رفتار ابصار استماع وغیرہ کہ فی حد ذاتہ نہ امور حسن ہین نہ قبیح البتہ
اگر رفتار مسجد کیطرف ہی تو منجملہ طاعات سمجھی جاویگی اور اگر شراب خانہ یا تبکدہ یا چکلہ کیطرف ہی تو سیئات مین داخل
ہوجاویگی اور اگر کہین دونو مجتمع ہوجائین تو پہر غلبہ کا لحاظ کیا جائیگا مثلاً اجتماع رجال ونسا مساجد مین اگر موجب
حصول برکات جماعت ومزید ثواب ہی تو اندیشہ فتنہ اور خوف تعلق خاطر یکی با دیگرے بھی ساتھ ہی لگا ہوا ہے
اسمین اگر مکان یا زمان مین جہت اولی غالب ہوگی جیسے زمان برکت توامان حضرت نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم
بوجہ کمال زہد صحابہ وصحابیات وغلبہ ایمان ابنار روزگار اندیشۂ فساد اگر تھا تو موہوم تھا تو ایسی اوقات اور
امکنہ مین اجازۃ ہوگی بلکہ داخل سلسلہ محاسن ہوجائیگا اور اگر کسی زمان ومکان مین جہت ثانیہ قوی
نظر آئیگی تو حکم اول منعکس بہ ممانعت ہوجاویگا اور یہ فعل از قسم سیئات سمجھا جاویگا اب اسبات کا
دیکھنا رہا کہ کذب وتعریض مین اگر قبیح ہی تو کس قسم کا ہی ہم دعوی کرتے ہین اور سب اہل عقل انشاء اللہ تعالی
تسلیم ہی کرینگے کہ کذب بمعنی گفتار مخالف واقع بذات خود قبیح نہین البتہ بلحاظ فریب یا بد اعتقادی مردم
جس سے اونکا ضرر منصور رہی بالیقین قبیح ہوجاتا ہی ہان کذب بمعنی فہم مخالف واقع قبیح ذاتی ہی جسکو جہل مرکب
کہتے ہین اسصورت مین اگر گفتار مخالف واقع کسی موقع مین خالی از مضرت ہوجائے یا اُسکے ساتھ بعد خلو از
مضرت کوئی منفعت بھی لگ جائے یا دونون مجتمع ہوجائین تو پھر یہ ممانعت جو کذب مضر کے لیے ہے
بحال خود نرہیگی پہلی صورت مین تو بذات خود ایک لغو ہوجائیگا گو باین لحاظ کہ کذب کی عادت رہیگی تو
عجب نہین کہ کذب مضر بھی صادر ہو اور اسوجہ سے یہ عادت کذب مضر کی وسائل مین سے ہوجاویگی اور
بالعرض قبیح کذب مضر اسپر عارض ہوجاویگا اور منجملہ قبایح شمار کیا جا سکتا ہی بہر حال قبح آزار واضرار مردم سے بالفعل
یہ کذب خالی ہوگا اسکی مثال تو اُن جھوٹے قصے کہانیوں کا مشغلہ سمجھیے اور دوسری صورت یعنی جسمین بعد خلو از

مضرت کوئی نفع بھی لاحق ہوجاوے یہ کذب داخل حسنات ہوگا اسمین اگرچہ عاقل کو کچھ شبہہ نہین ہوسکتا لیکن
بہر تسکین مثال بھی معروض ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بطور ترغیب یہ ارشاد لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس
او کما قال خود اسبات پر شاہد ہی کہ کذب محمود دہی ہان اگر قرینہ مقام سے قطع نظر کیجئے تو یون کہہ سکتے ہین کہ
اسمین اگر نفی ہے تو کذب یعنی اسکے قبح کی نفی ہے جس سے اُسکا سیئہ اور معصیت نہونا ثابت ہوتا ہی طاعت
ہونا ثابت نہین ہوتا لیکن اسبات کا اگر لحاظ کیا جائے کہ یہ ارشاد اُس تردد اور توہم کے مدافعہ کیلیے ہے
جو بوجہ ذہن نشین ہوجانے خرابی کذب کی ایسی اصلاحوں سے مانع ہوجاتا ہے جو بیان خلاف واقع
پر موقوف ہو تو پھر یہ ارشاد مسوق لاجل المدح ہی ہوگا اور تیسری صورت مین غلبہ وقوت جہات متعارضہ
پر نظر رکھنی چاہیے اگر جہت منفعت غالب ہی تو منجملہ نافعات اور جہت مضرت غالب ہی تو منجملہ مضرات
سمجھا جائیگا پھر اگر منفعت دینی ہے تو حسنات دینی مین شمار کیا جائیگا اور منفعت دنیوی ہے تو حسنات دنیوی
مین شمار کیا جاویگا مثلاً اطعام طعام یا تعلیم علوم دنیوی پر منفعت دنیوی اور راحت دنیوی متفرع ہوتی ہی اور
تعلیم و تلقین علوم دین پر راحت دینی تو اول حسنات واحسانات دنیوی دوم حسنات واحسانات اخروی
ہین اور تزکیہ و تہذیب قلب جو بغرض انبعاث محبت رسول اللہ علیہ وسلم ہی راحت اخروی مین سے
ہونگے اور اس تفاوت کیوجہ سے اول کو ثانی سے کچھہ نسبت نہوگی مشروعیت قتال کفار اور اُسکا
حسنات مین داخل ہوجانا اسی قسم مین سے ہی کیونکہ قتال مذکور قطع عضو فاسد جسمین خیر خواہی بدن
باقی ظاہر ہے منجملہ رفاہ باقی مخلوقات سمجھا گیا جب اسقدر آزار مقتولین دفع فساد کے لئے تواب
مستحسن ٹھیرا تو کذب صریح جسمین کفار کو دھوکا دینا مدنظر ہو بغرض دفع فساد و اعلاء کلمۃ اللہ
کیونکر مستحسن نہوگا اسکا آزار اُس آزار سے جس سے بڑھکر کوئی آزار دنیوی نہین یعنی قتل کچھ
نسبت نہین رکھتا جب مرض مذکور پر وہ جائز ہوا تو یہ کیونکر نہوگا اور وہ حسنات مین سے ہوا
تو یہ کیونکر نہوگا یہ مسلم کہ دفع فساد قتال مذکور سے حاصل ہوتا ہے اور کذب فی الحرب جو
بطور خدیعہ کام آتا ہے چنانچہ ارشاد ہے الحرب خدعۃ بغرض سہولت دفع فساد مطلوب ہے
اسلیے تا مقدور کذب صریح جائز نہوگا تعریضات سے کام لیا جاویگا بلکہ انبیاء کرام اگر تعریضات کو

بھی مکروہ سمجھیں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے سے مترشح ہے تو کچھ عجب نہیں ہاں جسجگہ دفع فساد خود کذب پر ہی موقوف ہو جیسا کبھی اصلاح بین الناس مین ہوتا ہے تو پھر یہ تامل بیجا ہے بالجملہ علی العموم کذب کو منافی شان نبوت باین معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور انبیا علیہم السلام معاصی سے معصوم ہین خالی غلطی سے نہیں پھر تسپر تعریضات جو واقع مین اقسام کذب مین سے نہین ہوتی بلکہ مشابہ کذب ہوتی ہین ہرگز مخالف شان نبوت نہین ہوسکتے علی ہذا القیاس کسی امر مستحب کا اس لحاظ سے ترک کر دینا کہ اُس مین کوئی فساد عظیم جسکا وزن منفعت استحباب سے بڑھ جائیگا پیدا ہوگا اگرچہ بظاہر مستلزم ایہام مخالفت واقع ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلم کا کسی بات کو ترک کرکے ایک انداز کو اختیار کرلینا اس جانب مشیر ہے کہ یہی انداز مستحسن ہے اور امر متروک غیر مستحسن اور یہ امر بوجہ ایہام مخالف منجملہ دروغ سمجھا جاتا ہے ہرگز مخالف شان نبوت نہین بلکہ موافق شان نبوت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خانہ کعبہ کو بطور سابق رہنے دینا اور منہدم کرکے بنائے ابراہیمی پر نہ بنانا اور دہلیز کا زمین سے نہ لگا دینا اور دو دروازے ایک شرقی ایک غربی نہ بنانا حالانکہ آپ کے کلام سے اسی جانب رغبت ٹپکتی تھی اور آپ کی رغبت خود ایک دلیل استحباب ہے فقط اسی وجہ سے تھا کہ اس منہدم کرنے مین جاہلان امت سے جو اخیر مین بکثرت مسلمان ہوگئے تھے یقین ارتداد و مخالفت تھا سو آپنے سمجھا کہ اس تغیر و تبدل مین اتنا نفع نہوگا جتنا نقصان ہوگا اس تغیر و تبدل مین تو فقط اتنا ہی نفع ہے کہ وقت طواف و دخول خانہ سہولت رہیگی اور خانہ کعبہ حالت اصلی پر آجاویگا اور ظاہر ہے کہ اس مین کچھ ترقی دین نہین جو انبیا علیہم السلام کا اول کام ہے ہان نقصان اتنا کچھ ہے کہ انبیا علیہم السلام کو اُس سے زیادہ کوئی نقصان نظر نہین آتا وہ کیا ہے ارتداد جم غفیر ہے جو بالکل مخالف غرض نبوت ہے اور پھر مخالفت بھی شدیدہ انبیاء لوگون کے مسلمان کرنے کے لیے آتی ہین یہان اولٹا اور کفر بعد اسلام لازم آتا تھا الغرض انبیا علیہم السلام کو اُن اون امور مین جو بذات خود نہ حسن ہون نہ قبیح منافع و مضار پر نظر رہتی ہے پھر جیسے مزاج انسانی کی گرم سرد کہنے مین باوجود موجود ہونے اربع عناصر کے غلبہ عناصر پر نظر ہوتی ہے اسی طرح

درصورت تعارض منفعت ومضرت غلبہ کا اعتبار کیا جاویگا چنانچہ خداوند کریم نے بھی تحلیل وتحریم
مین اسی پر نظر فرمائی ہے فرماتے ہین فیهما اثم کبیر ومنافع للناس واثمهما اکبر من نفعهما ہان کبھی یہ ہوتا ہے
کہ ایک شے اکثر مظہر مضرت ہوتی ہی اور مظہر منفعت فقط گہ وبیگاہ ہوجاتی ہے جیسے کذب اکثر اس سے
مضرت ہی نکلتی ہے تسپر کلام جس غرض کے لیے موضوع ہوا ہی یعنی اظہار مافی الضمیر منفعت ہو یا مضرت
کذب اُسکے مخالف واقع ہوتا ہے تو ایسے مواقع مین اندیشہ مخالفت ابنار روزگار رہتا ہے اور یہ مخالفت
موجب تنزل دین وخرابی انتظام دین ہوجاتی ہے اسلیئے انبیاء کرام تا مقدور تعریضات سے محترز
رہتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ کارپردازان کارخانجات رفاہ کو جنکی درستی ایک عالم کے اجتماع پر موقوف
ہو جیسے مثلاً مدرستہ العلوم لازم ہے کہ ایسی باتون سے پرہیز کرین کہ عوام اہل اسلام کے تنفر کا باعث
ہو قطع نظر حرمت وکراہت ذاتی کے ایسے شخص کو بہت سے محرمات ومکروہات کے استعمال سے
ایسی خرابی کا دیکھنا پڑیگا جسکے باعث اپنی امید دیرینہ سے دست برداری اور محرومی کا کھٹکا ہے بالجملہ
انبیاء علیہم السلام کے کارمین اگرچہ ریاکاری نہین ہوتی یعنی دنیا کے مقاصد کو پیرایہ دین سے
طلب نہین کرتے پر اس مین بھی شک نہین کہ دانشمندانہ ہوتے ہین جاہلانہ نہین ہوتے
سو اگر اسی مصلحت اندیشی کی تجویز پر اندیشہ کفر ہے تو یہ عین ایمان کی بات ہے پر کفر کا فتوے دینا ہی
اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه۔ اسکے بعد یہ گذارش ہے
کہ بحث مباحثہ اپنا شیوہ نہین خواہ مخواہ کسیکی بات مین دخل دینے کی عادت نہین اور ہوتی بھی
تو کیا ہوتا حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایت ہوی متبعا وشحا مطاعا ودنیا موثرۃ واعجاب
کل ذی رای برایہ فعلیک بخاصۃ نفسک ودع امر العوام او کما قال اس زمانہ مین مستحسن یہی ہے کہ
کتنی ہی بڑی زبان کیون نہو پر اپنے مونہہ مین لیے بیٹھے رہنا چاہیے کیونکہ جو سامان خیرخواہی کے
موثر ہوسکتے ہین وہ یکلخت مفقود ہوجاتے ہین اور جو سامان اُلٹے تعصب کے ہین ایسے اوقات مین
سب فراہم نظر آتے ہین اسصورت مین موافق فرمودہ مومن سہ عرض ایمان سے خدا اُس غارتگر دین کو پھیری
مجھسے اے مومن خدا سمجھے یہ تونے کیا کیا + الٹا ترقی باطل کا کھٹکا ہوتا ہے۔ بالجملہ یون تو یہ کھٹکا

ہمیشہ ہی ہوتا ہے پر آجکل پہلے سے زیادہ باتین نظر آتی ہین قدیم سے لیکر آجتک جو یہ رہا کہ ایمان
کم اور کفر زیادہ تو اُسکا باعث یہ تھا کہ خواہش کا غلبہ بخل کا زور دنیا کی آخرت سے عزت زیادہ رہے
پھر ہر شخص اپنی عقل پر نازان اسلیے باوجود اس کے کہ اسلام کے لیے کتابین نازل ہوئین پیغمبر آئے
معجزے دکھلائے اولیا کی کرامتین علما کی دلائل نے حق و باطل کو ظاہر کر دیا ثواب عقاب کے وعدہ
وعید سے بتلایا ڈرایا مطیعون کو دنیا مین غالب مخالفون کو مغلوب کیا اور کفر کے لیے ان سامانون مین سے
ایک بھی نتھا کفر ہی زیادہ رہا اسلام کبھی عالم مین زیادہ نہوا حضرت موسے علیہ السلام نے بنی
اسرائیل کے ساتھ وہ احسان کیا کہ کسی صاحب قوم نے اپنی قوم کے ساتھ نہ کیا ہوگا یعنی عذاب شدید
اور قید فرعون سے چھڑا کر بادشاہ روے زمین بنا دیا تسپر وہ اولوالعزمی اور توجہ اور ایسے
ایسے معجزے کا ہیکو ہوتے ہین ادھر توافق ملت اور بھی اطاعت کے لیے موید لیکن با اینہمہ
تسلیم احکام مین یہ دقت تھی کہ پہاڑون کو سر پر اُٹھا اُٹھا معلق کرنا پڑتا تھا مگر سامری کے
ایک کرشمہ بے معنی پر جو ایک صوت مہمل تھی نہ سوال تھا نہ جواب تھا دم کے دم مین سب
لٹو ہو گیے حالانکہ وہ کرشمہ بے معنی بھی حضرت موسے علیہ السلام کا طفیل تھا نہ حضرت
جبرئیل علیہ السلام اُنکی مدد کے لیے آتے نہ اُنکے اسپ مادہ کی خاک سم کی تاثیر دیکھکر سامری
اُس خاک سے اپنا کام لیتا وجہ اس برعکسی کی اور کیا ہے یہی ہے کہ یہ چار باتین حضرت موسے
علیہ السلام کی منشار کی ترقی کی مانع اور سامری کی ترقی منشار کے لیے موید تھین جسمین سے
اپنی عقل پر اعتقاد کر لینا جسکو بصیغہ اعجاب کل ذی رائی برایہ ادا کیا ہر خیر خواہی کے . بیکار
جانے کا سبب اعظم ہے اسوجہ سے اس زمانہ مین ایسی باتون مین مغز زنی بیہودہ نظر آتی ہے
مگر کچھ آپکا اصرار کچھ مولانا محمد یعقوب صاحب کا ارشاد کچھ جناب سید صاحب کے اخلاق
والطاف کی شہرت نظر برین دردمندی و محبت اسلام نے جو ہمت والون اور خیر خواہان عالم
کے ساتھ زیادہ ہونی چاہیے رہنے ندیا پرسون یہ خط ملا تھا بعد ظہر جواب شروع کیا تھا ۔
اوقات مختلفہ مین لکھ لکھکر اسوقت مابین ظہر و عصر تمام کیا پر یہ سوچتا ہون کہ یارب

اسکا انجام کیا ہوتا ہے میرے تغییر و تبدیل و الحاق و تغلیط صحیح سے دیکھیے سید صاحب راضی ہوتے ہین یا ناخوش ہوکر درپے تردید قلم اُٹھاتے ہین مگر مین نے بھی ٹھان رکھا ہے کہ ایسے جھگڑے مین پڑکر اپنی اوقات خراب نہ کیجیے ہان اگر آثار انصاف پرستی جناب سید صاحب کی طرف سے نمایان ہوئے اور بحکم امرہم شوری بینہم اپنے خیالات سابقہ و حال مین مجھسے بھی مشورہ کرینگے تو انشاء اللہ حسب ارشاد المستشار موتمن مشورہ خیر سے دریغ نہ کرونگا مگر جب اپنی حیثیت اور اُنکی وجاہت پر غور کرتا ہون تو یہ خیال ایک آرزوی خام نظر آتی ہے اور خود مجھکو اپنے اس جنون پر ہنسی آتی ہے خیر ہرچہ باد اباد اب تو آپکی خدمت مین اس مسودہ ہی کو ارسال کرتا ہون پر بنظر مصلحت چند درچند یہ گزارش ہے کہ آپ بہت جلد ان اوراق کی نقل کراکر مقابلہ کرکے نقل کو جناب سید صاحب کیخدمت مین روانہ کردین اور اس اصل کو بجنسہ بہت جلد میرے پاس واپس بھیجدین اور میری طرف سے بعد سلام یہ گزارش کر بھیجین کہ اگر اثناء تحریر مین کوئی کلمہ مخالف طبع بوجہ جہل و غفلت مجھسے سرزد ہوگیا ہو تو معاف فرمادین کہ ہم قصباتی انداز گفتگو سے خوف واقف نہین باقی یہ آپکا ارشاد کہ اجتماع اقرار توحید و کفر منجملہ محالات ہے بجا ہے کیونکہ یہ ایسا اجتماع ہے جیسا فرض کیجیے کسی روح مین حیوان ناطق اور حیوان ناہق دونون مجتمع ہوجائین سوکون نہین جانتا کہ یہ اجتماع از قسم اجتماع الضدین ہے پر اسمین بھی شک نہین کہ روح انسانی کا صورت حمار و سگ و خوک مین آجانا اور ویسی ہی ارواح کو ایسے اجسام کے ساتھ متعلق کردینا جسطرح ممکن ہے اسی طرح ایمان کا صورت کفر مین ظہور کرنا اور کفر کا صورت ایمان مین ظاہر ہونا بھی ممکن ہے اور اسی طرح کے ظہور کے بعد جیسے روح انسانی کو بوجہ صورت و جسم حیوانی سگ و خوک و خر کی اقسام مین سے شمار کیا جاتا ہے اور مثل حیوانات مذکورہ اس سے بھی ہر کسیکو نفرت ہوجاتی ہے اور تمام یا اکثر معاملات اسوقت اسکے ساتھ ایسے ہی کیے جاوینگے جیسے اور حیوانات کے ساتھ کیے جاتے ہین اگرچہ یہ جانتے ہون کہ اس جسم کے پردہ مین روح انسانی مستور ہے ایسی ہی اُس اسلام و ایمان کے ساتھ جو پیرایہ کفر رکھتا ہو خداوند بے نیاز و جمیل کو بمقتضاے اللہ

جمیل و عجیب الجمال ایمان کے بری صورتون کو پسند نہین کرتا نفرت ہو جاویگی اور تمام یا اکثر معاملات وہی کیے جاوینگے جو کفر حقیقی کے ساتھ کیے جاتے ہین زیادہ حکمت بلقمان آموختن ست اللہ یہدینا و ایاکم الی سواء الصراط واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم +

بعالیخدمت جناب سید احمد خانصاحب عافاہ اللہ و ایاے فی الدنیا والآخرۃ

کمترین ہیچمدان محمد قاسم بعد سلام مسنون گزارش پرداز ہے کہ کل دوشنبہ کے دن دیوبند سے آپکا وہ عنایت نامہ جسمین تیرہ سوال متعلق زمین وآسمان تھے اس ہیچمدان کے پاس پہنچا اور باعث حیرت ہوا وجہ سوال دیر تک سوچی کچھ سمجھ مین نہ آئی تسپر آپ جیسے عاقل و فہیم و واقفکار کلام اللہ وحدیث کیطرف سے ان سوالونکا آنا اور بھی تعجب انگیز ہے جی تو یہی چاہتا تھا کہ کیون اس جھگڑے مین پڑیے اور اپنی اوقات کو خراب کریے پر آپکی عنایتون کی مکافات تھوڑی بہت ضروری سمجھکر جواب سوالات بتفصیل تو نہین لکھتا ہان بتقریب جواب خط کچھ اشارہ کیے جاتا ہون جناب سید صاحب اپنا تو یہ مشرب ہے اور آپ غور فرمائینگے تو آپ بھی انشاء اللہ ہماری ہی راہ لینگے کہ انبیاء کرام علیہم السلام تعلیم زبان و لغات کے لیے تشریف نہین لائے بلکہ اُسی زبان کے محاورات مین امتیون کو تعلیم فرمایا ہے جو اُنکی اصلی زبان ہوتی ہے خود خداوند کریم فرماتے ہین وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ اس صورت مین سماء اور ابواب کے معنی جو کچھ زبان عربی مین ہونگے وہی لینے ضرور ہونگے ہان ہر زبان مین جیسے حقیقی معنون مین الفاظ کو استعمال کرتے ہین اور بے تکلف اُن الفاظ سے وہ معانی مراد لیتے ہین تنبیہ اور قرینہ کے محتاج نہین رہتے ایسے ہی بعض اوقات بہدایت قرائن معنی مجازی بھی مراد لیتے مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ اس صورت مین معنی مجازی کا لینا خود معنی حقیقی کی تحقیق کی دلیل ہوگا والعاقل تکفیہ الاشارۃ علی ہذا القیاس ابواب اور اعداد مثل خمس مائۃ اور ستین اور سبعون وغیرہ الفاظ سے معانی وہی مراد لیے جائین جو معانی عرب کے لوگ انسے مراد لیتے ہین اور یا یہ خیال کہ میرے یا تمہارے

خیال میں یہ باتیں اور یہ مضامین محض بے فائدہ سمجھ میں آتے ہوں اُن معانی میں انحراف نچاہیے آپ
بھی فرمائیں کہ آپکی اور ہماری عقل اور دانش ہی کیا ہی جسکی بتی خدا کی مصنوعات میں رائے لگانے کو تیار
ہوں ہمارے وجود میں جسقدر اجزا ربند ہیں اُنکی حقیقت اور اُنکی غرض آجتک ہمکو معلوم نہیں ہوئی اور
اگر ایک عضو کی نسبت کوئی سخن ناتمام کسینے کہہ بھی لیا تو کیا ہوا اس سارے عالم کی اجزا اور ارکان
ہمکو کیا معلوم ہونگی اور پھر اُنکے حقائق اور اغراض کی کیا اطلاع ہوگی اسلیے کلام شارع میں جس امر کی
خبر یا جس حقیقت کے اثر کا ذکر ہو ہمکو بے تامل ماننا ضرور ہے ہاں مراتب اعتبار کے موافق مراتب
تسلیم و ایمان کا ملحوظ رکھنا ضرور ہے مگر چونکہ ادنےٰ درجہ کی روایت حدیث سے بشرطیکہ کسی
اعلےٰ درجہ کی روایت یا اپنی کسی مساوی ہی درجہ کے معارض نہو بڑے بڑے مورخونکی روایتوں
سے زیادہ قابل اعتبار ہے اسلیے کہ محدثین نے جن شرائط کو روایت میں ملحوظ رکھا ہے اور وں
سے اُنکا لحاظ نہو سکا اور نہ اُنکے راوی حدیثوں کی روایت کو پہنچیں وہ ضعیف ہی کیوں نہوں
تو اسلیے فرق مراتب مذکور اگر کچھ اثر کریگا تو اہل ایمان کے حق میں اعتباری کے مراتب کے
بڑھانے گھٹانے میں اثر کریگا موجب بے اعتباری نہوگا بہرحال نہ اپنے خیال کا وہ اعتبار ہے
نہ کسی تاریخ کا وہ اعتبار ہی جسقدر حدیث ضعیف کا اعتبار ہونا چاہیے اور اگر کسی امام نے قیاس کو حدیث ضعیف سے
بڑھکر بھی سمجھا ہی تو اُسکی یہ وجہ ہی کہ قیاس ماخوذ حدیث صحیح یا متواترات سی ہوتا ہی اس صورت میں حدیث ضعیف سے
قیاس بڑھکر زیادہ حدیث صحیح یا متواترات اُس سی بڑھکر رہی ہاں اگر خدا اور رسول کیطرف جھوٹ بولنے کا احتمال ہو
یا قدرت خدا کی سامنے ایسے ایسی امور عظام کا پیدا کرنا محال ہو تو البتہ ایسی باتوں میں تامل کی گنجایش ہے
مگر آپ ہی فرمایے کہ ان باتوں میں سے کونسی بات محال ہے خداوند قدیر ایسے سات جسم جنکا
دل تو پانچ پانچ سو برس کی مسافت کے برابر ہے اور وسعت کو خدا جانے نہیں بنا سکتا یا اُن میں
پانسو برس کی مسافت کے موافق فاصلہ نہیں رکھہ سکتا اور یا آفتاب اور قمر کا اپنے حیز سے
حرکت کرنا محال ہے یا آسمانوں میں دروازونکا ہونا منجملہ ممتنعات ہے یا سات زمینیں مثل سات
توپ کے گولوں کے جدی نہیں بنا سکتا یا اُنکے بیچ میں پانچ پانسو برس کا فاصلہ نہیں رکھہ سکتا

یا اُنمیں آبادی نہیں ہوسکتی ممکن اور محال کی تعریف کو ان امور پر مطابق کرکے دیکھیے معلوم نہو تو
پوچھیے ہاں اتنی گذارش ملحوظ رہے کہ محال وممکن کی تعریف کسی کسی کو معلوم ہے یہی وجہ ہوئی کہ
بڑے بڑے آدمی اکثر ممکنات کو محال سمجھ بیٹھے مگر پہلے سے کسی کی نسبت یہ گمان کر لینا کہ وہ سمجھے
ہونگے کسی عاقل کا کام نہیں اور نیز یہ بھی ملحوظ رہے کہ لفظ خاتم النبیین سے یہ بات بالیقین سمجھنی ضرور ہے
کہ عالم میں اس زمین میں کوئی نبی ہو یا کسی اور زمین میں سب آفتاب ذات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے
اسی طرح مستفید ہیں جیسے آفتاب سے آئینہ مستنیر یا قمر منیر یا نیرات افلاک یا ذرات خاک یعنی جیسے ردیوار
مقابل آئینہ مستنیرہ کے نور معدن کے تجسس کرتے ہیں تو فرض کرو آئینہ پر نظر پڑتی ہے اور اسکے نور
کے بعد معدن کو ڈھونڈھتی ہے تو آفتاب تک پہنچتے ہیں اور پھر آفتاب پر سیر ختم ہو جاتی ہے یہ نہیں
کہہ سکتے کہ آفتاب کا نور کہیں اور سے اسیطرح آیا ہے ایسے ہی اور انبیا کی نبوت تو آپکی نبوت کا پرتو ہے
پر آپکی نبوت پر قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اسبات کو آپ کے دین کا ناسخ الادیان اور آخر الادیان ہونا اسیطرح
لازم ہے جیسے آفتاب کے نور کا اور انوار کو محو کر دینا یا کھیتی میں بال کا سب میں پیچھے ظاہر ہونا
اسبات کی تحقیق زیادہ مطلوب ہو تو رسالہ تحذیر الناس مولفہ احقر مطبع صدیقی بریلی سے منگا دیکھیے
اس وقت اور نبیوں میں جو انبیا آپ کے مشابہ ہونگے انکی مشابہت ایسی ہوگی جیسے عکس آفتاب جو
آئینہ میں ہوتا ہے ہو بہو آفتاب کے مشابہ ہوتا ہے اور پھر سب جانتے ہیں کہ آفتاب اصل ہے اور عکس
آفتاب اُسی کا پرتو اور نیز یہ بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ جیسے آگ کو دیکھکر حرارت کی نسبت بھی
یقین ہو جاتا ہے اسی طرح حرارت کو کہیں پاکر آگ کا یقین کم فہمی کے نشانی ہے یہ جدی بات رہی
کہ حرارت کے لیئے جیسے آفتاب سبب ہو سکتا ہے ایسے ہی آگ بھی سبب ہو سکتی ہے سو طلوع وغروب
صیف وشتا خسوف وکسوف کا حساب جیسے اس صورت میں راست آجاتا ہے کہ آفتاب کو ساکن
مانیئے اور زمین کو متحرک رکھیئے ایسی ہی اسطرح بھی برابر آتا ہے کہ آفتاب کو متحرک کہیے اور زمین کو ساکن
تجویز کیجیے علی ہذالقیاس اگر آفتاب کے لیے حرکت سالانہ ہو اور زمین کے ایسے حرکت وضعی مخالف
جہت حرکت آفتاب ہو تب بھی یہی ثابت ہے اور اگر دونوں کو متحرک فی المدارین رکھیے پر ہر ایک

کی جہت جدی ہو اور سرعت و بطو میں یہ حساب ہو کہ جتنی دیر میں بطلیموسیونکے نزدیک آفتاب
اپنا دورہ پورا کرتا ہی اُس سے دوچند دیر تو اُسکے لیئے رکھیے اور جتنی دیر میں فیثاغورسیوں کے
نزدیک زمین اپنی حرکت وضعی پوری کرتی ہے اُس سے دوچند دیر اُسکے لیے رکھیے تو بھی یہی حساب برابر
آ ئے اور اگر سرعت و بطو میں اس تفاوت کے سوا اور تفاوت تجویز کیجیے پر جتنا ادھر گھٹتا ہے اُدھر
اُتنا ہی بڑھا دیجے مثلاً یہ چالیس۴۰ گھنٹہ میں دورہ پورا کرے تو وہ چھپن۵۶ میں حرکت مجوزہ طرفین
سے کسی کی حرکت زیادہ سریع ہو تو پھر ہزار ہا اصل نکل آئینگی اس صورت میں یقین احتمال واحد
بالیقین اُس سے بھی زیادہ نادانی کی بات ہی کہ کسی پتھر کی فقط حرارت کے وسیلہ سے آگ کا
تعین کر لینا کیونکہ یہاں دو تین ہی اصل تھی یہاں غیر متناہی احتمال میں ہاں جیسے آگ کے
وسیلہ سے پتھر کی حرارت کا یقین اپنی آنکھ کے بھروسے یا کسی مخبر صادق کے بھروسے کر سکتے ہیں
ایسی ہی تعین احتمال واحد یعنی حرکت آفتاب بوسیلہ قرآن شریف یعنی جہت یسبحون وغیرہ اور نیز
احادیث کثیرہ کر سکتے ہیں باقی اس سے زیادہ گفتگو کرنی کہ پھر زمین بالکل ساکن ہی ہے یا کوئی
حرکت اسکی بھی ہے اور کواکب میں آبادی بھی ہے یا نہیں اور زمین ٹھوس ہے یا اسکے بیچ میں
کچھ خلو یا آبادی بھی ہے اور آسمان محیط عالم کروی یا بیضوی ہے یا مثل تختہ مسطحہ ہے ایک وسیع
چیز اور سیارہ میں سے ہر ایک کے لیئے آسمان ہی یا ایک ہی میں مرکوز میں یا کسی میں
مرکوز نہیں تو اُن میں افلاک جزئی ہیں یا آسمان کا ثخن ایک جسم سیال ہے اور اسی وجہ سے
کواکب اسطور سے متحرک ہین کہ قرب و بعد مشہودہ صحیح ہو جاتا ہی اور باینہمہ مثل آب حوض کہ باوجود
متحرک و سیلان کے مجموعہ کا حیز وہی رہتا ہے آسمان بھی اپنے حیز سے نہیں نکل جاتا علی ہذا القیاس
یہ بات کہ اُن دروازوں میں کُنڈے زنجیر بھی ہیں یا انگریزی کھٹکے ہیں اور ایسی ہی یہ بات کہ
کواکب تمام بالذات روشن ہیں یا بالعرض یہ ساری باتیں ہماری توجہ توغل کے قابل نہیں کیونکہ
امکان ہر طرح کا ہے اور مخبر صادق کیطرف سے کوئی تصریح نہیں ہاں عرش کرسی میں بعضے الفاظ
اسجانب مشیر نہیں کہ یہ دو چیزیں ہفت آسمان سے علیحدہ ہیں اور بعض الفاظ اس جانب

موہم ہیں کہ انہیں میں دو کا نام عرش کرسی ہے مگر چونکہ اس باب میں شارع کیطرف سے نہ کوئی تصریح ہے نہ تکلیف عقیدہ براہ استدلال اسلیے نہ آپ کو اس باب میں سوال مناسب ہے نہ ہمکو جواب۔ واللہ اعلم بالصواب بالجملہ جیسے اس جملہ میں کہ کچہری کھل گئی یا اسکا دروازہ کھل گیا بعد استماع اور علم وضع حاجت تحقیق نہیں رہتی کہ دروازہ سے کیا مراد ہے اور کچہری کی کیا حقیقت اسیطرح نصوص شرعیہ معلوم الوضع غیر متشابہ اشیا کو سنکر انکے معانی یا حقیقت میں متامل ہونا آپ سے عاقلوں کا کام تو کیا جاہلوں کا کام بھی نہیں اور جو بات شارع کیطرف سے بیان ہوئی اور احتمالات عقلی اس میں گونا گون ہوں اسکی تحقیق بغرض عقیدہ محض تضییع اوقات اور اگر خدانخواستہ پاس سخن ہے اور آپ سے عاقلوں کو کاہے کو ہوگا تو اسوقت نہ پوچھنے سے کچھ فائدہ نہ بتلانے سے کچھ نفع والسلام فقط شکر ہے کہ سید احمد خاں صاحب کے خط کا جواب ختم ہوا + **تمت**

جواب مولوی محمد قاسم صاحبؒ کا درباب تقلید و تراویح آٹھ رکعت اور پڑھنا ضاد کا بمخرج ظا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدمت میں علمار دین کے عرض ہے کہ ایک شخص کوہ لنڈھورہ پرگنہ نگینہ ضلع بجنور کا رہنے والا آیا ہے کہتا ہے کہ ضاد بمخرج ظار پڑھو ورنہ نماز باطل ہوگی اور تراویح آٹھ رکعت پڑھو بیس رکعت پڑھنا فضول ہے اور تقلید کسی امام کی نہ کرنا چاہیے جس حالت میں کہ چاروں مذہب درست ہیں پھر امام اعظم رحمۃ اللہ کی تقلید سے کیا فائدہ ہے جواب ہر ایک امر کا اپنی مہر سے مزین فرماکر ارسال کریں کہ اس شخص کو جواب دیا جاوے +

جواب - مخدوم من میانجی گھیسا صاحب سلامت - بعد سلام یہ گزارش ہے کہ میں پرسوں تیسرے روز پیر کے دن دیوبند سے یہاں اپنے وطن میں پہنچا آپکا خط ملا دیکھ کر رنج ہوا کیا خدا کی قدرت ہے کہ آجکل جسطرف سے صدا آتی ہے یہی آتی ہے کہ وہاں مسلمانوں میں اختلاف ہے وہاں نزاع ہے کہیں سے اتفاق کی خبر نہیں آتی ہاں کفار کے جتنے افسانے سنے جاتے ہیں

یہی سنے جاتے ہیں کہ یوں اتفاق ہے اسطرح اتحاد ہے خیر بجز انا للہ و انا الیہ راجعون کے
اور کیا کہیے آپکی خوشنودی خاطر منظور ہے اسلیے جواب لکھتا ہوں ورنہ ایسے جھگڑوں میں دخل
دینا محض فضول سمجھتا ہوں - جناب من جیسے بے کی جگہ تے اور دال کی جگہ ذال اور حا کے
بدلے خا اور شین کی عوض سین اور عین کے مقام غین اور لام کے مکان میم نہ کوئی پڑھتا ہے نہ کوئی
جائز سمجھتا ہے اور ادنے سے لیکر اعلے تک ہر کوئی اسبات کو سمجھتا ہے ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر
ظا پڑھنا بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف ہے جسکی برائی خود
کلام اللہ میں موجود ہے پھر معلوم نہیں آجکل کے عالم کس وجہ سے ایسی نامعقول بات کہد بیٹھے ہیں
اور اہل اسلام کیوں ایسی بات تسلیم کر لیتے ہیں مگر شاید عوام فتوؤں کی مہروں کو دیکھکر بہل جاتے
ہیں اور یہ کون جانے کہ کتابوں کا سمجھنا اور فتوؤں کا لکھنا ہر کسیکو نہیں آتا ۔

اب تقلید کی بات سنیے لاریب دین اسلام ایک ہے اور چاروں مذہب حق مگر جیسے فن طبابت یونانی
یا ڈاکٹری انگریزی ایک ہے اور سارے طبیب کامل قابل علاج اور ہر ایک ڈاکٹر لائق
معالجہ ہے اور پھر وقت اختلاف تشخیص اطبا یا مخالفت رائے ڈاکٹران جس طبیب کا علاج
یا جس ڈاکٹر کا معالجہ کیا جاتا ہے ہر بات میں اسی کا کہنا کیا جاتا ہے دوسرے طبیب کی یا دوسرے
ڈاکٹر کی رائے نہیں سنی جاتی ایسے ہی وقت اختلاف آئمہ و مجتہدین جس امام یا مجتہد کا اتباع
کیا جائے ہر بات میں اسی کی تابعداری ضرور ہے ہاں جیسے کبھی ایک طبیب یا ڈاکٹر کا
علاج چھوڑ کر دوسرے کیطرف رجوع کر لیتے ہیں اور پھر بعد رجوع ہر بات میں دوسرے کا
اتباع مثل اول کیا جاتا ہے ایسے ہی کبھی کبھی بعض بزرگوں نے زمانہ سابق میں کسی وجہ
سے ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا تھا اور بعد تبدیل مذہب ہر بات میں دوسرے ہی
کا اتباع کیا یہ نہیں کیا کہ ایک بات انکی لی اور ایک بات انکی لی اور ایک بات انکی لی اور اس
تدبیر سے ایک لامذہبی کا پانچواں انداز گھڑ لیا امام طحاوی جو بڑے محدث اور فقیہ ہیں پہلے
شافعی تھے پھر حنفی ہو گئے تھے بالجملہ بے تقلید کام نہیں چلتا یہی وجہ ہوئی کہ کروڑوں عالم

یہ محدث گزر گئے پر مقلد ہی رہے امام ترمذی کو دیکھیے کتنے بڑے عالم اور فقیہ اور محدث تھے ترمذی
شریف کو دیکھ لیجیے جب ایسے ایسے عالم اس کمال علمی پر مقلد ہی ہو امام شافعی کی تقلید امام ترمذی نے کی اور امام طحاوی اور
امام محمد اور امام ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کی تقلید کی ہو پھر آج ایسا کونسا عالم ہوگا جسکے ذمہ تقلید
ضروری نہو اور اگر کسی بڑے عالم نے اماموں کی تقلید نہ کی بھی تو کیا ہوا - اول
تو کروڑوں کے مقابلے میں ایک دو کی کون سنتا ہے جس عاقل سے پوچھو گے
یہی کہیگا کہ جسطرف ایک جہان کا جہان ہو وہی بات ٹھیک ہوگی باایںہمہ یہ کونسی عقل کی
بات ہے کہ اس بات میں عالموں کی چال ہم اختیار کریں یہ ایسی بات ہے کہ کوئی مریض جاہل
کسی طبیب کو مرض کے وقت دیکھے کہ اپنا علاج آپ کرتا ہے اور دوسرے طبیب سے دوا
نہیں پوچھتا یہ دیکھکر یہ بھی یہی انداز اختیار کرے کہ اپنا علاج اپنے آپ کرنے لگے اور طبیبوں
سے کام نرکھے تم ہی کہو ایسے آدمی عاقل کہلائینگے یا بیوقوف سو ایسے ہی کسی عالم کو غیر
مقلد دیکھکر جاہل اگر تقلید چھوڑ دیں تو یوں کہو علم تھا یا نہ تھا عقل دین بھی دشمنوں ہی
کو نصیب ہوئی اور جاہلوں کو جانے دیجیے آجکل کے عالم یقین جانیے کل نہیں تو اکثر جاہل
ہی ہیں بلکہ بعض عالم تو جاہلوں سے بھی زیادہ جاہل ہیں دو کتابیں اردو کی بغل میں مارکر
وعظ کہتے پھرتے ہیں اور علم کے نام غالک بھی نہیں جانتے - کم سے کم علم اتنا تو ہو کہ ہر علم
کی ہر ایک کتاب طالبعلم کو پڑھا سکے باقی رہی تراویح اُس میں جو آجکل کے ملانوں نے
تخفیف نکالدی ہے یعنی بیس کی آٹھ کردی ہیں تو ہر ایک کو بوجہ آسانی یہ بات پسند آئی ہے
پر یہ بات کوئی نہیں سمجھتا کہ آٹھ رکعتیں جو حدیث میں آئی ہیں تو وہ تہجد کی رکعتیں ہیں
تہجد اور چیز ہے اور تراویح اور چیز تراویح کی بیس ہی رکعتیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے
میں ہزارہا صحابہ تھے اُس زمانے سے لیکر آجتک کسی نے بیس رکعت میں کچھ حجت نکالی تھی
مگر آجکل ایسے ان پڑھے امی عالم پیدا ہوئے ہیں کہ اُنھوں نے حضرت عمر اور صحابہ کی بھی
غلطی نکالی سبحان اللہ یہ مونہہ اور مسور کی دال باقی یہ کہنا کہ عمرؓ سے پہلے بیس رکعتیں

نہیں پڑھتے تھے یہ خیال خام ہے یہ بات اتنی بات سے کیونکر نکل آئی کہ حضرت عمر کے زمانہ میں بیس کا اہتمام شروع ہوا دیکھیے پہلے زمانہ میں نکاح ثانی کا اسلیے چنداں اہتمام نہ تھا کہ اس نکاح کو اتنا برا نہ سمجھتے تھے جب شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ دیکھا کہ اس امر خیر کو آجکل معیوب سمجھنے لگے انہوں نے اس کا ذکر اپنی تصانیف میں کیا آخر کار ان کی اولاد اور ان کے شاگردوں نے اسکو جاری کرنے میں کمر باندھی مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ نکاح ثانی شاہ ولی اللہ اور انکے خاندان کا ایجاد ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی بات نہیں ایسے ہی بیس رکعت کو حضرت عمرؓ اور ان کے زمانہ کے صحابیوں کا ایجاد نہ سمجھیے سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سمجھیے ورنہ اسکے یہ معنے ہوئے کہ حضرت عمرؓ سنی نہ تھے انکے زمانہ کے صحابہ سنی نہ تھے سب کے سب نعوذ باللہ بدعتی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو مٹا دیا - اپنی سنت جاری کر دی - اب تمہیں فرماؤ حضرت عمرؓ اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا برا سمجھنے والا کون ہوتا ہے ؟ میاں جی صاحب حضرت عمر اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم تو صحیح صحیح حدیثوں میں موجود ہے ایک دو حدیث لکھے دیتا ہوں انہیں مولوی صاحب سے انکا ترجمہ کرا لینا جو آٹھ رکعت گاتے پھرتے ہیں ایک حدیث تو یہ لیجیے - علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین من بعدی - دوسری یہ لیجیے - اقتدوا بالذین من بعدی - تیسری یہ لیجیے - اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم فقط

خاتمۃ الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ کتاب تصفیۃ العقائد جس مین تین مکتوبات حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے ہین پہلا مکتوب جواب ہے ان عقائد کا جو سر سید احمد خان سی ایس آئی نے لکھ بھیجے تھے دوسرے مکتوب مین آسمان اور اسکے دروازون کا ثبوت ہے - تیسرے مین مصلحت تعلیم کا بیان اور تراویح کا تذکرہ ہے بتصحیح مولوی محمد عبد الرحمن سلمہ الرحمن باہتمام راجی غفران محمد عبد الاحد سلمہ الصمد مطبع مجتبائی دہلی مین طبع ہوکر بصیرت افزائے ناظرین ہوئی فقط

کتب مفصلہ ذیل کے سوا ہر قسم کی کتابیں مطبع مجتبائی دہلی سے مل سکتی ہیں

از تصانیف مولانا محمد قاسم صاحب رح تقریر دلپذیر دلیل محکم ہدیۃ الشیعہ تحذیر الناس

لطائف قاسمیہ حجۃ الاسلام حق الصریح فی اثبات التراویح ۲/ تصفیۃ العقائد مجتبائی ۲/ رسالہ تحفہ لحمیہ

۱/ ۳/ ۱/ ۲/ ۱/

فیوض قاسمی مباحثہ شاہجہانپور میلہ خداشناسی قصائد قاسمی آب حیات قبلہ نما مجتبائی

۲/ ۲/ ۲/ ۵/

اجوبہ اربعین انتصار الاسلام تقاسیم العلوم حصہ اول حصہ دوم حصہ سوم عہ زبدۃ المناسک مولانا

زیر طبع ۲/ زیر طبع ۸/ ۸/ ۳/

فصل الخطاب لمقدمۃ اہل الکتاب دردو جلد مجتبائی تنقیح المسائل رد شیعہ آیات بینات حصہ اول و دوم ہدایۃ الشیعہ

۱۲/ عہ/ ۳/

براہین قاطعہ مع انوار ساطعہ انتصار الحق مطبوعہ صدیقی ازالۃ الغین حصہ دوم در دو جلد تحفۃ الہند حجۃ الہند

۱۲ ۹/ ۱۴/ ۱۰/

تحفہ اثنا عشری فتح المبین جواب ظفر المبین اعتراضات اہل السنۃ علی مسائل اہل البدعۃ از مولوی محمد شاہ

۴/ ۱۴/

درۃ النظام فی قرۃ خلف الامام ظل الغمام نظامی رد وہابیہ مصری منتہی الکلام رد شیعہ مولوی حیدر علی صاحب

۱۰/ ۲/ ۲/

ابحاث ضروری حارق الاشرار مجتبائی تذکرۃ الراشد نتیجہ در جواب نتیجہ وغیرہ ایضاح الحق مولانا اسمٰعیل صاحب

۲/ ۱/ ۱۳/ ۸/ ۶/

اصلاح الحق الصریح عن احکام المحدثۃ الحسن و القبیح مولوی کمال احمد صاحب سکندرپوری رشید مصطفائی رشیدیہ عا

الضاف شاہ ولی اللہ رح مع ترجمہ انصاف مع ترجمہ اردو از حضرت مولانا محمد احسن صاحب مدظلہ افادہ الشیوخ بمقدار الناسخ و

۶/ ۴/ ۲/ ۴/

البحر الزخار رسالہ فاق صاحب انصار معیار الحق فتوائے میلاد مجتبائی زیر طبع رسالہ حقہ ظفر مبین حصہ دوم ہدایۃ الشیعہ

۱۳/ ۱/ ۲/

کلام المبین فی جواب فتح المبین رد الشقاق تقویۃ الایمان عقد الجید موضوعات شوکانی

۱۴/ ۵/ ۱۰/ ۸/ ۱۲/